کروٹ
ت حسن منٹو

# کروٹ

سعادت حسن منٹو

ساقی بک ڈپو۔ اردو بازار، دہلی

قیمت ـــــــ ۱۵/ روپے



غزل



ناشر

ساقی بک ڈپو

اردو بازار دہلی ۱۱۰۰۰۶

(طابع: خواجہ پریس دہلی)

اپنی تمام بُری عادتوں کے نام

# ترتیب

# کروٹ

(میز پر کھانا چننے اور چھری کانٹے رکھنے کی آواز)

بیوی ۔ چلئے کھانا تیار ہے ۔

میاں ۔ ذرا ٹھہرو ۔ مجھے ایک مہمان کا انتظار ہے ۔

لڑکی ۔ کون آرہے ہیں ؟

میاں ۔ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا ——— ایک عورت آنے والی ہے ۔

بیوی ۔ عورت ؟

میاں ۔ ہاں جو ہماری ہمسایہ ہے ۔

لڑکی ۔ ہمارے پڑوس میں تو کوئی عورت نہیں رہتی ۔

میاں ۔ بھولتی ہو ۔

بیوی ۔ ایک ویشیا ہے جو کچھ دنوں سے ساتھ والے مکان میں رہتی ہے سارا دن اُودھم مچائے رکھتی ہے ۔ وہ تو ہو نہیں سکتی ۔

میاں ۔ وہ کیوں نہیں ہو سکتی ؟

بیوی - اس لیے .... اس لیے کہ ..... وہ ایک بازاری عورت ہے -

لڑکی - سب اُسے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں -

میاں - چونکہ سب اسے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں - اس لیے میں نے اسے دعوت
دی ہے اور اپنے یہاں بلایا ہے -

بیوی - لوگ کیا کہیں گے ؟

میاں - یہ کہیں گے کہ میں نے ایک گندی عورت کو اپنے گھر بلایا ہے - اور اسے اپنی بیوی
اور لڑکی کے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اس سے باتیں کیں اور پھر رخصت کر دیا -

لڑکی - کوئی مصلحت ہوگی اس میں !

میاں - مصلحت صرف یہ ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر سکے میں تم دونوں سے کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ
انسان کی ہر وقت اصلاح ہو سکتی ہے اس لیے کہ اس میں نیکی کا جوہر کبھی فنا نہیں
ہو سکتا خطرناک سے خطرناک مجرم کے سینے میں بھی کسی کونے کے اندر نور کا ایک ذرہ ہوتا
ہے جسے اگر چھیڑا جائے تو اس کے دل کو منور کرنے کا موجب ہو سکتا ہے - یہ روشیا
جو تھوڑے دنوں سے ہمارے پڑوس میں آئی ہے صرف جسمانی طور پر خراب ہے -
روح ایک پاکیزہ چیز ہے - اسے کوئی طاقت خوش نہیں کر سکتی . خراب افعال سے
صرف پردے کے پیچھے چھپ جاتی ہے - جتنا زیادہ انسان برائیاں کرتا ہے اتنا ہی زیادہ
یہ پردہ موٹا ہو جاتا ہے - مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا ضمیر جو روح کا دوسرا اور
آسان نام ہے مر جاتا ہے - اس پردے کو اگر آہستہ آہستہ یا ایک دم ہٹا دیا جائے
تو اس انسان کا دل و دماغ پھر سے روشن ہو سکتا ہے -

بیوی - کیا آپ اس عورت کی اصلاح کر سکیں گے ؟

میاں - اگر ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے تو ایک انسان دوسرے انسان کو
نیکی کا راستہ ضرور دکھا سکتا ہے - یہ نیک کام مجھ سے ہو جائے تو مجھ سے خوش نصیب

انسان اور کون ہوگا۔ دعا کرو کہ ایسا ہی ہو۔

لڑکی ۔ پھر بھی اس کا یہاں آنا مجھے پسند نہیں۔

میاں ۔ لڑکی تجھے اس خیال سے ہی کانپنا چاہیے کہ تو ایک انسان سے نفرت کر رہی ہے۔ تجھے یاد نہیں ایسی ہی ایک ویشیا کو سنگسار کرنے والوں کو حضرت عیسیٰ نے کہا تھا تم میں سے جو گنہگار نہیں وہ پتھر مار سکتا ہے"۔۔۔ ہم سب گنہگار ہیں اس لیے ہمیں کسی کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

لڑکی ۔ اگر وہ واقعی اچھی ہو جائے تو اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا وہ بھی اچھا بننا چاہتی ہے!

بیوی ۔ دیکھیں گے۔

میاں ۔ کوئی کام شروع کرنے سے پہلے آدمی کو اپنے اوپر اعتماد ہونا چاہیے جب سے وہ یہاں آئی ہے میں سوچتا رہا ہوں اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے یہی سوچتا رہا ہوں کہ مجھ میں کیا اس کام کا بیڑا اٹھانے کی طاقت ہے؟ آج پندرہ سولہ روز کے مسلسل غور و فکر کے بعد جب میں نے اس سے کہا۔۔۔ آج رات ہمارے گھر آؤ اور شام کا کھانا میری بیوی اور لڑکی کے ساتھ کھاؤ۔ تو وہ بھونچکا سی ہو گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ روشنی میں جو اس کے اندر دبی پڑی ہے ایک ارتعاش سا پیدا ہوا۔ اس نے بڑی کوشش سے اپنے لہجے میں شرافت پیدا کی اور جواب دیا۔ "آپ کی بہت مہربانی۔ میں حاضر ہو جاؤں گی" (دور سے ایک فحش قسم کا ریکارڈ بجنے کی آواز آتی ہے۔ ریکارڈ بجنے کے چند لمحات بعد ہی مردانہ قہقہوں کا شور سنائی دیتا ہے۔ جیسے دو تین مرد شراب پی کر گانے کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ یہ آوازیں دور سے آ رہی ہیں۔)

بیوی ۔ اب وہ حاضر ہو چکی ـــ یہ شور سنا آپ نے؟

میاں ۔ سُنا —— لیکن میں مایوس نہیں ہوا ۔

بیوی ۔ میرا کہا مانیے اور اس کی اصلاح کا خیال چھوڑ دیجئے ۔

لڑکی ۔ اور مالک مکان سے مل کر اسے باہر نکالنے کی کوشش کیجیے ۔

بیوی ۔ میں سنتی ہوں کہ مالک مکان کو اس بات کی کچھ خبر ہی نہیں کہ اس کا مکان ایک بازاری عورت نے کرائے پر لیا ہے ۔

میاں ۔ یہاں سے نکال دی جائے گی تو کہیں اور جا رہے گی ۔

لڑکی ۔ کم از کم یہاں کی غلاظت تو دور ہو گی ۔

میاں ۔ اپنے گھر کا کوڑا کسی اور گھر کے آگے ڈھیر کر دینا عقلمندی نہیں ہے — کیوں نہ اس غلاظت کو ہمیشہ کے لیے دور کرنے کی کوشش کی جائے ۔

بیوی ۔ آپ نے کوشش کی تھی مگر وہ نہیں آئی ۔

میاں ۔ میں ایک بار پھر کوشش کروں گا ۔

(عقب میں فحش گانے اور قہقہوں کا شور ابھرتا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ منظر تبدیل ہو گیا ہے اور ہم سامعین کو ویشیا کے مکان میں لے گئے ہیں —— ریکارڈ ختم ہوتا ہے ۔)

ایک مرد ۔ واہ وا —— واہ وا —— واہ وا —— واہ وا ——

دوسرا مرد ۔ کیا کہنے ہیں سُندری بائی کے ۔

تیسرا مرد ۔ کیا ہے جو یہاں نہیں ہے ، شراب ، ٹھنڈا سوڈا ، نئی نئی فلموں کے ریکارڈ ۔ سُندری بائی کا کوٹھا تو عجائب گھر ہے عجائب گھر ۔

پہلا مرد ۔ (ہنستا ہے) عجائب گھر میں شراب ، ٹھنڈا سوڈا اور نئی فلموں کے ریکارڈ کہاں —— جو بات کرے گا سالے عجیب ہی کرے گا ۔

(سب ہنستے ہیں)

سُندری ۔ میرا کوٹھا عجائب گھر نہیں تو چڑیا گھر ضرور ہے —— (سب ہنستے ہیں)

پہلا مرد- رنگ رنگ کے جنور آتے ہیں۔
تیسرا مرد- سُندری بائی- یہ بات ٹھیک نہیں- ہمیں جنور بنا دیا ——— کیا ہم جنور
دکھائی دیتے ہیں۔
سُندری- (مسکرا کر) چڑیا گھر میں شیر بھی تو ہوتے ہیں- خان صاحب۔
پہلا مرد- (اپنے ساتھی کی پیٹھ ٹھونک کر) واہ میرے شیر ——— !
(سب ہنستے ہیں)
تیسرا مرد- (باتیں کرنا) کوئی سُندری بائی سے سیکھے۔
سُندری- ابھی کہاں باتیں کرنا آتی ہیں ——— آج ایک داڑھی والے بزرگ آئے تھے۔
ان کے سامنے تو میں بالکل گونگی ہو گئی تھی۔
پہلا مرد- کیا کرنے آئے تھے مولانا؟
سُندری- کہتے تھے، آؤ، رات کا کھانا ہمارے گھر کھاؤ۔
تیسرا مرد- آدمی مہمان نواز تھے۔
پہلا مرد- جو بات کہو گے الٹی- گدھے چغد کہیں کے- مہمان نواز تو خود تھا سُندری بائی کا
ہاں تو سُندری بائی پھر کیا ہوا- پیٹ بھرا تم نے اس کا؟
سُندری- نہیں وہ بیچارا دعوت ہی دینے آیا تھا — یہ سامنے مکان ہے اس کا۔
دوسرا آدمی- کیا کہتی ہو سُندری — ارے وہ بہت بڑے وہ ہیں . . .
تیسرا- کیا مطلب ؟
دوسرا- وہی . . یعنی بڑے نیک آدمی ہیں . . . کیسے آ گئے یہاں ؟
سُندری- بات یہ ہے کہ میرا آ جانا یہاں لوگوں کو بہت ناگوار گزرا ہے- نگوڑے
چاہتے ہیں کسی نہ کسی طرح مجھے اس مکان سے دھکا مل جائے- اب کیا بتاؤں
تم لوگوں نے ناک میں دم کر دیا پڑوس کے لونڈو لپاڑے کوٹھوں پہ چڑھ چڑھ کے

کوٹھی کر کرکٹ کھیلتے ہیں - ذرا باہر نظر ڈالو - یہ سب ہڈیاں آج ہی پھینکی گئی
ہیں - اب کل سویرے بھنگن آئے گی تو اٹھوا دیں گی ... میرا خیال ہے کہ وہ بھی
اسی لیے آیا تھا - مردود - یوں تو کھانے کی دعوت دے گیا تھا - جاتی تو ہمیں وہیں
چمکیاں لے کر یا تو نصیحتیں کرتا یا فضیحتیں -

تیسرا آدمی - ابھی ہٹاؤ سالے کو -

دوسرا آدمی - اچھا ہوا جو تم نہ گئیں - اگر چلی جاتیں تو بندر جنگلے کی راہ لیتا - یہاں سندری
کا دم بہت غنیمت ہے -

پہلا آدمی - کیا ٹھیک ہے -

سندری - آگ لگے سندری اور اس کے دم کو - کبھی کبھی تو چین نہیں ملتا نگوڑ ماری کو -
دو پہر کی ٹھوکریں لکھی ہیں نصیب میں - دیکھ لینا یہاں سے بھی بندر توں
کے بعد یہ لوگ ذکائی باہر کریں گے - اب میں کیا کہوں - ان سے کسی سے کچھ
کسی سے کچھ پتہ نہیں دیتی نہیں - پھر جانے کیوں مجھ نگوڑ ماری کی جان کے
پیچھے پڑے رہتے ہیں ... ادھر تم لوگوں کی خوشامد کروں ادھر ان کے آگے
ہاتھ جوڑوں ... دو مہینے کا کرایہ پورے اسی روپے گن کر منشی ٹھوک
بجا کر لے گیا تھا پھر اس مکان کا دروازہ کھولا گیا تھا ... کچھ بھی ہو اب میں
نے بھی تہیہ کر لیا ہے، مر جاؤں پر اس مکان سے کبھی نہ نکلوں گی -

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

پہلا آدمی - یہ کون ؟

سندری - محلے کا چھوکرا ہوگا -

دوسرا آدمی - خالی بوتلیں لینے آیا ہوگا -

(دروازہ کھلتا ہے)

سندری۔ کون ہو تم ؟

میاں ۔ میں نے میری بیوی نے اور میری لڑکی نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا ہے۔ تمہارے منتظر تھے۔

سندری ۔ مجھے فرصت نہیں ہے، جاؤ۔

میاں ۔ کتنی دیر میں فرصت ہو جائے گی۔ ہم ایک دو گھنٹے اور انتظار کر سکتے ہیں۔

سندری ۔ تم دیکھتے نہیں یہاں کون بیٹھے ہیں۔

میاں ۔ دیکھ رہا ہوں ۔ میرے بھائی ہیں۔ یہ بھی میرے ساتھ چلیں۔

سندری ۔ اپنے ان بھائیوں کو ساتھ لے جاؤ۔ میں نہیں جاؤں گی۔

میاں ۔ کیوں ؟

سندری ۔ بس میں نہیں جاؤں گی۔ یہ تم ہنڈی کی چندی کیا کرتے ہو۔

میاں ۔ معافی چاہتا ہوں ۔ ۔ ۔ لیکن ایک بار پھر درخواست کروں گا کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ ہم دو گھنٹے اور تمہارا انتظار کر سکتے ہیں۔

سندری ۔ (لہجہ میں تندی اور تلخی پیدا ہو جاتی ہے) تم چاہتے کیا ہو مجھ سے ـــــ دفعان کیوں نہیں ہوتے یہاں سے ـــــ یہ جنھیں تم اپنا کہتے ہو، اوّل درجے کے شرابی کبابی ہیں ـــــ سنا ـــــ یہ میرے گاہک ہیں۔ میں ان کے پاس اپنا آپ بیچتی ہوں۔ سمجھے ـــــ میں ایک بازاری عورت ہوں ۔ ایک ویشیا۔ کیا چاہتے ہو تم مجھ سے ؟ میں کسی کے گھر نہیں جایا کرتی۔ میری بھی سجائی دوکان موجود ہے لوگ خود چل کر یہاں آتے ہیں۔ ۔ ۔ جو مال بیچتی ہوں تمہیں خریدنا ہو تو آؤ اپنے ان بھائیوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ ـــــ ایک بوتل شراب کی منگاؤ، پیو اور پلاؤ۔ ۔ ۔

دوسرا آدمی ۔ سندری ۔ ۔

سندری ۔ خاموش رہو ۔ ۔ تنگ کر کے کھلے ان شریف آدمیوں نے مجھے ۔ ۔ آج

تو مجھے جی ہلکا کر لینے دو۔ ۔ ۔ دن اور رات کے کھانے پران کے یہاں جو ہڈیاں
بچتی ہوتی ہیں میرے گھر کے صحن میں پھینک دی جاتی ہیں، جو کوڑا اکٹھا ہوتا ہے ادھر
لڑھکا دیا جاتا ہے۔ انسان کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا ۔۔ اب مجھے دعوت دی
جارہی ہے۔ کیوں؟ ۔۔۔ کیا زہر دینے کا ارادہ ہے؟

میہالی۔ مجھے افسوس ہے بعض لوگوں کی جہالت کے باعث تمہیں دکھ پہنچا جو کوڑا تمہارے
گھر پھینکا جاتا ہے کہو تو میں ہر روز جھاڑو دے کر صاف کر دیا کروں۔

سندری۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔۔۔ جاؤ۔ یہاں سے دفان ہو جاؤ ۔۔ جاؤ۔

دوسرا آدمی۔ سندری۔

سندری۔ سنتے ہو کہ نہیں ۔۔۔ میں کہتی ہوں بھاگ جاؤ یہاں سے ۔۔۔

دوسرا آدمی۔ سندری ۔۔ خاموش ہو جاؤ اب ۔۔ (دوسری طرف مخاطب ہو کر) آپ
اس وقت تشریف لے جائیے۔ چڑھ گئی ہے اس کے دماغ کو۔

سندری۔ چڑھ گئی ہے میرے دماغ کو ۔۔۔ چلو ایسا ہی سہی ۔۔۔ اب جاؤ ملر مکر میرا منہ
کیا دیکھتے ہو۔ کیا اور بے عزتی کرانا چاہتے ہو؟

میہالی۔ میری تم نے کوئی بے عزتی نہیں کی ۔۔۔ میں پھر آؤں گا ۔۔۔

سندری۔ اس وقت تو جا (زور سے دروازہ بند کر دیتی ہے)

دوسرا آدمی۔ (توقف کے بعد) سندری یہ تم نے کیا کیا ۔۔ سچ سچ ۔۔۔
بعض دفعہ تم حد ہی کر دیتی ہو۔

سندری۔ بکواس مت کرو۔ ۔ ۔

(وہی ریکارڈ لگاتی ہے جو پہلے بجایا گیا ہے ۔۔۔ چند گردو بجانے کے بعد
اس کو آہستہ آہستہ دھیما کر دیا جائے۔ جب ذیل کا مکالمہ شروع ہو، تو عقب میں
اس ریکارڈ کی آواز آتی رہے)

لڑکی - معلوم ہوتا ہے - انھیں ناکامی ہوئی ہے -

بیوی - ریکارڈ جواب بجنا شروع ہوا ہے اس سے یہی پتہ چلتا ہے -

لڑکی - جب نہ تب یہی ریکارڈ بجایا جاتا ہے - میں تو سنتے سنتے تنگ آگئی ہوں -
کم بخت ٹوٹ بھی نہیں چکتا -

بیوی - نہ کبھی یہ ٹوٹے گا نہ کبھی یہ بیوا یہاں سے دفان ہوگی -

(ریکارڈ ختم ہوتا ہے شرابیوں کے قہقہے کی آواز)

لڑکی - جانے کس بات پر اتنی ہنسی آتی ہے انھیں ؟

بیوی - مذاق اڑا رہے ہیں تمہارے باپ کا ؟

(دروازہ کھولنے کی آواز)

میاں - ——— میرا کسی نے مذاق نہیں اڑایا - وہ تو بہت شریف آدمی ہیں -

بیوی - کون ؟

میاں - وہی جو اس عورت کے پاس بیٹھے ہیں - میں گیا تو انھوں نے میری بڑی عزت کی -

بیوی - آپ کے ساتھ وہ آئی نہیں -

میاں - اپنے مہمانوں کو چھوڑ کر کیسے چلی آتی -

لڑکی - ضرور اس نے انکار کیا ہوگا ؟

میاں - آدمی بعض دفعہ جلدی میں غلط فیصلہ کر لیتا ہے بعد میں اس کو بدل بھی دیتا ہے -

بیوی - چلیے - کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے -

میاں - میں نہیں کھاؤں گا ——— تم دونوں کھا لو -

لڑکی - اس عورت نے تو آپ کا کھانا پینا اور سونا حرام کر دیا ہے ، لعنت بھیجیے ...

میاں - وہ انسان جو دوسرے انسان پر لعنت بھیجے انسان کہلانے کا کبھی مستحق نہیں ہو سکتا
وہ بیچاری پہلے ہی ایک لعنت میں گرفتار ہے - اب اس پر تم لعنتیں بھیجنا چاہتی ہو -

دنیا میں لعنتوں کی فراوانی اسی وجہ سے تو ہے ۔۔۔ جاؤ کھانا کھاؤ اور آرام کرو

(دور سے لڑنے جھگڑنے کی آوازیں آتی ہیں

(ان آوازوں میں سندری کی آواز بھی شامل ہے)

بیوی ۔ یہ کیا ہوا؟

لڑکی ۔ شریف آدمی اپنی شرافت دکھلا رہے ہیں ۔

(شور شدت اختیار کر جاتا ہے)

بیوی ۔ یہ تو کوئی بہت بڑا فضیحتا معلوم ہوتا ہے ۔

میاں ۔ میں جا کر دیکھتا ہوں ۔

بیوی ۔ نہیں ۔ آپ نہ جائیے ۔ ۔ ۔

لڑکی ۔ خدا بچائے ۔ نشے میں کوئی چھرا نہ مار دیں گے ۔ ۔ ۔

بیوی ۔ یہ جھگڑا تو معلوم ہوتا ہے اپنے پڑوسیوں سے کر رہی ہے ۔

میاں ۔ وہ ستاتے جو رہتے ہیں ۔ میں ان کو سمجھاتا ہوں ۔

(دور سے آواز آتی ہے کسی مرد کی جو سندری کو روکنا چاہتا ہے) "سندری ۔ ۔ سندری رک جاؤ ۔ ۔ ۔ ٹھہرو ۔۔ سندری ۔ ۔ ۔ ساتھ ہی تیز قدموں کی دبی دبی چاپ بھی سنائی دیتی ہے ۔۔۔ پھر ایک دم دروازہ زور سے کھلتا ہے ۔ اور مائکروفون کے بالکل پاس ہی وہی مرد "سندری" پکارتا ہے ۔ ۔ ۔

سندری ۔ (سانس چڑھا ہوا ہے) یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے تم اشرافوں نے ۔ ۔ ۔ ایک پل کے لیے مجھے چین نہیں لینے دیا جاتا ۔ ۔ ۔ کیا بگاڑا ہے میں نے تم لوگوں کا ۔ ۔ ۔ بتا دو بتاتے کیوں نہیں؟ ۔ ۔ بڑے بھولے بڑے شریف بنتے ہو ۔ پر یہ سارے کانٹے تمہارے ہی تو بوئے ہوئے ہیں ۔ ۔ ۔ آئے تھے مجھے کھانے کی دعوت دینے ۔ ۔ ۔ دو گھنٹے میرا انتظار کرنے کو تیار تھے ۔ پر ان حرامی لونڈوں کو جو تھوڑ

دے کر بھیجتے ہیں تم نے ایک منٹ دیر نہ کی۔۔۔۔ دیکھتے ہو میرا ماتھا۔۔۔ دیکھتے ہو ہو۔۔۔ ڈوب مرنا چاہیئے تمہاری شرافت کو۔

**دوسرا آدمی**۔ سُندری اب چلو یہاں سے۔

**سُندری**۔ تم ڈرتے ہو؟۔۔۔۔ اس بے ایمان اور دھوکے باز سے ڈرتے ہو۔ سامنے کھڑی ہوں نا! منہ نوچ ڈالوں اگر ایک لفظ بھی منہ سے نکالے ـــــ رنڈی سے الجھنے کا مزہ چکھادوں تو میرا نام سندری نہیں۔۔۔ ناک میں دم آگیا ہے میرا ہر روز ایک نیا طریقہ مجھے چھیڑنے کا نکالا جاتا ہے۔ ہر روز میرے گھر میں گندگی پھینکی جاتی ہے۔ سن لو، اگر پھر کبھی مجھے یوں ستایا گیا تو مجھ سے کوئی برا نہ ہوگا۔ تمہاری ان نیک بی بیوں کی زندگی دوبھر کردوں گی۔۔۔

**میاں**۔ غصہ ٹھنڈا ہو گیا ـــــ اب مجھے بتاؤ بات کیا ہوئی۔

**سندری**۔ (اور زیادہ خشم آلود ہوکر) میرا غصہ اس وقت ٹھنڈا ہوگا۔ جب تمہارے منہ پر تھوک دوں گی ـــــ تھو۔

**دوسرا آدمی**۔ (گھبراکر) سُندری۔

**سندری**۔ بکو نہیں۔۔۔ اب میرا غصہ ٹھنڈا ہوا ہے۔

**میاں**۔ (بڑے تحمل کے ساتھ) تو بیٹھ جاؤ۔ اور ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔

**سندری**۔ تم۔۔۔ تم۔۔۔ (جذبات کی شدت کے باعث رو دیتی ہے۔ اور تیزی سے باہر چلی جاتی ہے۔ دروازہ زور سے بند ہوتا ہے قدموں کی چاپ چند لمحات جاری رہتی ہے۔ رونے کی آواز بھی ساتھ ساتھ آتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سندری اپنے گھر جارہی ہے۔

**دوسرا آدمی**۔ سُندری۔

**سندری**۔ (روتے ہوتے) چپ رہو۔

دوسرا آدمی۔ تم نے بہت غلطی کی۔

سندری:۔ (روتے ہوتے) میں کہتی ہوں، چپ رہو... چپ رہو... چپ رہو۔

دوسرا آدمی۔ کتنا شریف آدمی ہے۔

سندری۔ سات جھاڑو اور حقّے کا پانی اس کی شرافت پر۔

دوسرا آدمی۔ کبھی کبھی تم بالکل آپے سے باہر ہو جاتی ہو...

سندری۔ (روتے ہوتے) دور ہوتے ہو نہیں یہاں سے.... (دھکے دے کر اس کو باہر نکال دیتی ہے۔ اور خود پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے).... کبھی کبھی میں بالکل آپے میں نہیں رہتی.... میرا دل پتھر کا تو نہیں ہے...

اور یہ چوٹ جو میرے ماتھے پر لگی ہے.... اور یہ لہو... میں اس کا بدلہ نہ لیتی.... تھوک ہی تو پھینکی تھی میں نے، بھلا لاتو نہیں مار دیا تھا... بیٹھ جاؤ اور کھانا کھا کے جاؤ... جیسے مجھے کھانے کو کچھ ملتا ہی نہیں، بھکارن ہوں (روتی ہے)... پاجی کہیں کا... (اس ریکارڈ پر سوئی رکھتی ہے۔ ریکارڈ بجنا شروع ہوتا ہے... سُندری کی سسکیاں بھی ساتھ ساتھ سنائی دیتی ہیں)...

مردود... دھوکے باز... (چند سیکنڈ ریکارڈ اور بجتا ہے سندری ضمیر کی سرزنش سے اکتا کر چلا اٹھتی ہے۔) نہیں، نہیں... نہیں... (ریکارڈ ایک دم اٹھا لیتی ہے اور زمین پر پٹک دیتی ہے۔ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے۔ رونے کی یہ آواز آہستہ آہستہ تحلیل کر دی جائے)

## وقفہ

بیوی۔ آج کئی روز سے ریکارڈ نہیں بجا۔

لڑکی۔ شور و غل بھی سنائی نہیں دیا۔

میاں۔ پتہ نہیں کیا بات ہے۔ تین چار دفعہ اس کے یہاں گیا ہوں اندر سے دروازہ

بند ہوتا ہے دستک دیتا ہوں۔ پر کوئی بولتا ہی نہیں۔

بیوی۔ شاید بیمار ہوں۔

میاں۔ میں نے یہی سوچا تھا اور اسی لیے گیا بھی تھا۔ پر اس نے دروازہ نہیں کھولا۔

لڑکی۔ اس نے آپ سے اس روز جو سلوک کیا۔۔۔

میاں۔ بھول جاؤ، اس کو، ایسی باتیں کبھی یاد نہیں رکھنی چاہئیں۔

بیوی۔ کیا آپ کا ابھی یہی خیال ہے کہ اسے سدھارا جا سکتا ہے؟

میاں۔ قطعی طور پر۔

بیوی۔ کیسے؟

میاں۔ قدرت خود بخود کوئی انتظام کر دے گی۔

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

بیوی۔ (لڑکی سے) بیٹی دیکھو تو کون ہے؟

میاں۔ تم بیٹھو۔ میں دیکھتا ہوں۔

(قدموں کی چاپ۔ دروازہ کھولنے کی آواز)

میاں۔ آؤ۔۔۔۔۔ آؤ۔۔۔ آجاؤ۔۔۔

سندری۔ (شرمندگی کے احساس کے ساتھ)۔۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔

میاں۔ کئی بار تمہارے مکان پر گیا۔ مگر شاید تمہاری طبیعت علیل تھی۔

سندری۔ (رندھی ہوئی آواز کے ساتھ) مجھے معاف۔۔ مجھے معاف کر دیجیے۔

میاں۔ (مسکرا کر) کس بات کی معافی مانگتی ہو۔۔۔ آؤ، بیٹھو۔۔۔ تم نے کوئی بات نہیں کی جس سے مجھے رنج پہنچا ہو۔

سندری۔ میں نے اس روز بڑا پاپ کیا۔ مجھے معاف کر دیجیے (پاؤں پڑتے ہی رونا شروع کر دیتی ہے)۔

میاں۔ ارے... ارے... یہ کیا... سندری اٹھو... مجھے گنہگار نہ کرو۔

سندری۔ آپ ایک بار کہہ دیجیے کہ میں نے معاف کر دیا۔

میاں۔ لو بھئی کہہ دیا... اٹھو اب...

سندری۔ (سسکیاں)... اتنے روز مجھے نیند نہیں آئی... بس سوچتی رہی... کیا کیا خیال مجھے نہیں آئے... کئی بار سوچا کچھ کھا کے مر جاؤں...

میاں۔ خودکشی کمزور آدمی کرتے ہیں۔

سندری۔ میں تو ضرور کر لیتی اگر مجھ میں ہمت ہوتی۔

میاں۔ یہ ہمت ہی کمزوری کا دوسرا نام ہے۔

سندری۔ مجھے معاف کر دیا نہ آپ نے؟

میاں۔ (مسکراتا ہے) ہاں کر دیا... آؤ بیٹھو۔

سندری۔ میں بس معافی مانگنے اور یہ کہنے آئی تھی کہ میں کل یہاں سے چلی جاؤں گی۔

میاں۔ سنو تو... سنو تو...

(قدموں کی چاپ)

میاں۔ چلی گئی... (وقفہ) خیر...

لڑکی۔ کیا یہ وہی عورت تھی؟

میاں۔ وہی۔ بالکل وہی، مگر تم نے انقلاب دیکھا؟ چند ہی دنوں میں کیا سے کیا ہو گئی ہے۔

لڑکی۔ آج چہرے پر پوڈر سرخی بھی نہیں تھی۔

میاں۔ (وقفہ) مگر یہاں سے جا کیوں رہی ہے؟

بیوی۔ کیا کرے گی یہاں رہ کر۔ شاید کہیں باہر جا کر شریفانہ زندگی بسر کرے۔

میاں۔ شریفانہ زندگی یہاں رہ کر بھی بسر کر سکتی ہے... مجھے اس کو سمجھانا چاہیے۔

کہاں در بدر ماری ماری پھرے گی۔۔۔ اس کو یہ بیوقوفی نہیں کرنی چاہیئے۔

بیوی۔ اب آپ اسی کے پاس جا رہے ہیں؟

میاں۔ ہاں۔

(قدموں کی چاپ چند لمحات پر ـــــ اس کے بعد دستک)

سُندری۔ (اندر سے آواز آتی ہے) کون ہے؟

میاں۔ مَیں۔۔۔

(دروازہ کھلتا ہے)

میاں۔ اندر آسکتا ہوں؟

سندری۔ (گھبراتے اور جھینپتے ہوئے) آیئے۔۔۔ آیئے۔!

(دروازہ بند ہوتا ہے)

میاں۔ تم نے تو سچ مچ جانے کی تیاری کر لی۔

سندری۔ جی ہاں ـــــ کل چلی جاؤں گی۔

میاں۔ کہاں جاؤ گی؟

سندری۔ چلی جاؤں گی کہیں۔۔۔ اس زندگی سے اب نفرت ہو گئی ہے۔

میاں۔ اتنی جلدی؟

سندری۔ آدمی کو بدلتے دیر کیا لگتی ہے۔

میاں۔ تم جاؤ نہیں۔۔۔ یہیں رہو۔

سندری۔ جی نہیں ـــــ اب میں نہیں رہوں گی۔

میاں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔

سندری۔ کیوں نہیں ـــــ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔ شوق سے بیٹھیے۔

میاں۔ (رک رک کر) نہیں ـــــ میرا آنا تمہیں ناگوار گزرا ہے۔

سندری ۔ جی نہیں ـــــ ناگوار کیوں گزرنے لگا۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ۔۔۔ تشریف رکھئے۔
میاں ۔ (بیٹھ جاتا ہے)۔۔ تم بہت اچھی ہو۔
سندری ۔ جو آپ اچھے ہوتے ہیں وہ بروں کو بھی اچھا سمجھتے ہیں۔
میاں ۔ تم میں کیا برائی ہے ۔؟ ـــ ایک تھی سو دور ہو گئی۔۔۔ اب آرام سے زندگی بسر کرو ۔ یہاں سے جانے کی کیا ضرورت ہے ۔ تمہیں کوئی نہیں ستائے گا ۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں ۔
سندری ۔ آپ کی بہت مہربانی ۔ لیکن یہاں میرا گزر کیسے ہو گا۔۔۔ کسی گھر میں آپ مجھے نوکر کرا دیں۔۔۔ لیکن مجھے نوکر کون رکھے گا؟۔۔۔
میاں ۔ یہاں میرے پاس بیٹھ جاؤ۔۔ (سندری جھجکتی جھجکتی پاس بیٹھ جاتی ہے) تم نوکر بننا چاہتی۔۔۔ کسی کی؟
سندری ۔ کوئی بھی رکھ لے ۔
میاں ۔ (آواز میں لرزش سی پیدا ہو جاتی ہے)۔ اور جو کوئی خود تمہارا نوکر بننا چاہے (سندری کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے مگر وہ فوراً یوں ہٹا لیتی ہے جیسے سانپ نے ڈس لیا ہے) میرا مطلب ہے ـــ میرا مطلب ہے۔۔۔
سندری ۔ کیا مطلب ہے آپ کا؟
میاں ۔ دیکھو سندری۔۔۔ اب تمہیں کوئی نہ ستائے گا ۔ بڑے آرام سے زندگی بسر کرو گی۔۔ چند دنوں ہی میں تمہیں بہت بڑا فرق محسوس ہو گا ۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ (خشک مسکراہٹ کے ساتھ) تمہاری زندگی اب ایک نئی کروٹ بدلے گی۔۔ سندری تم نہیں جانتی کہ تم کتنی سُندر ہو۔۔ تمہیں برے برے آدمیوں کی صحبت میں دیکھ کر مجھے کتنا دکھ ہوتا تھا۔۔۔ لیکن۔۔۔ اب۔۔۔ تم خاموش کیوں بیٹھی ہو۔۔۔ کچھ بولو۔۔۔ کچھ کہو۔

سندری - (ایک دم اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ یا بہت کچھ کہنا چاہتی ہے مگر کہہ نہیں سکتی)
چلے جایئے یہاں سے ۔

میاں - لیکن ... لیکن ...

سندری - چلے جاؤ یہاں سے ۔

میاں - اچھا ... اچھا .. تو میں کل آؤں گا .... تم سوچ لینا ۔

(قدموں کی چاپ ــــ دروازہ کھلنے پر ایک دم زور سے بند کرنے کی آواز
ــــ اس کے بعد پھر قدموں کی چاپ، چند لمحات کے بعد دروازہ کھولنے
کی آواز، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا کریکٹر اپنے مکان میں پہنچ گیا ہے)

بیوی - مل آئے ۔

میاں - ہاں مل آیا ... وہ تو جانے کے لیے بالکل تیار تھی ۔

بیوی - آپ کے کہنے سے رک گئی ۔

میاں - ہاں رک ہی گئی - بہت دیر تک سمجھانا پڑا ۔

بیوی - کیا کہتی تھی ۔

میاں - کچھ نہیں بیچاری بہت پریشان تھی ــــ آدمی پریشان ہو ہی جاتا ہے اس
حالت میں برسوں ایک ڈگر پر چلتے چلتے ایک دم نیا راستہ اختیار کرتے وقت
دل و دماغ پر بہت اثر پڑتا ہے ۔

لڑکی - تو اب وہ نہیں جائے گی ۔

میاں - کہاں جائے گی ؟ .... اس جگہ اور دوسری جگہ میں کیا فرق ہے ــــ
کچھ بھی نہیں - میں نے اس کو سمجھایا کہ تمہیں نئی کروٹ لینی چاہیئے - تاکہ تمہاری
زندگی خوش گوار بن جائے - تمہارے سب دکھ دور ہو جائیں ۔

بیوی - بہت خوشی کی بات ہو گی اگر وہ سمجھ جائے ۔

(دور سے سندری اور ایک مرد کے قہقہوں
کی آواز آتی ہے۔ ساتھ ہی فحش ریکارڈ
بجنا شروع ہوتا ہے جو پہلے کئی بار سندری
کے ہاں بجتا رہا ہے... آہستہ آہستہ فیڈ آوٹ)

# خودکشی

| | | |
|---|---|---|
| عورت | .... | آج کل کے زمانے کی فیشن ایبل عورت |
| چچا | .... | پرانی وضع کے بزرگ۔ |
| ہیر | .... | ہیر رانجھا ڈرامہ کی ہیر۔ وہی لباس |
| نوکرانی | .... | جوان عورت خادماؤں کے لباس میں۔ |

پردہ اٹھتا ہے سٹیج پر بالکل اندھیرا چھا جاتا ہے سامنے ایک عورت کرسی پر بیٹھی ہے بال کھلے ہیں صرف اس کے چہرے پر روشنی پڑ رہی ہے۔ عقب میں دردناک دھن بجائی جا رہی ہے ـــــ عورت اٹھتی ہے اور سفید رومال سے اپنے آنسو پونچھتی ہے۔

عورت (سسکیاں لیتی ہے) ... میری دنیا تاریک ہو گئی ـــــ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دے رہا ہے ـــــ اے خدا اب کیا ہو گا! زندگی میں اب کیا لطف باقی رہ گیا ہے؟ ـــــ وہ جس سے مجھے محبت تھی وہ جس کی

خاطر میں زندہ تھی ــــ وہ جو میرے دل کی دھڑکن تھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو گئی ہے
اب میں کیا ہوں؟ ــــ اس کے بغیر کیا میری زندگی ایسا ساز نہیں جس کی ساری طربیں
علیحدہ کر دی گئی ہوں ــــ جس کے سارے تار نوچ ڈالے گئے ہوں ــــ
موت ــــ آہ ــــ ظالم موت ــــ تو نے کچھ دیر تو صبر کیا ہوتا ــــ
اتنی جلدی کیا تھی ــــ دنیا میں تجھے کئی آدمی مرنے کے لیے تیار مل جاتے ...
وہ ابھی زندہ رہنا چاہتا تھا ــــ اس نے تو ابھی محبت کی دنیا بسائی تھی کہ
تو نے اپنا سر آغوش میں لے لیا ... (روتی ہے) ... میں کیا سوچ رہی ہوں ۔
یہ رونا دھونا کیسا ــــ اس کے ساتھ تو میری زندگی کا خاتمہ ہو چکا ہے ــــ
مجھے خودکشی میں دیر نہ کرنی چاہیئے ۔

(آہستہ آہستہ اسٹیج کا اندھیرا دور ہونا شروع ہوتا ہے چند لمحات میں پورا اسٹیج روشن ہو جاتا ہے ۔ عورت اپنے پریشان بال سنوارتی ہے ۔ کرسی پر بیٹھتی ہے اور گھنٹی بجاتی ہے عقبی موسیقی بند ہو جاتی ہے)

عورت ۔ مجھے فوراً خودکشی کر لینی چاہیئے ۔

(نوکرانی داخل ہوتی ہے)

نوکرانی ۔ جی سرکار!

عورت ۔ میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں ۔

نوکرانی ۔ کب سرکار؟

عورت ۔ ابھی ۔ اسی وقت ۔

نوکرانی ۔ بہت اچھا سرکار ۔

عورت ۔ چچا جان کو بھیج دو یہاں ۔

نوکرانی ۔ بہت اچھا سرکار ۔

(چلی جاتی ہے)

عورت ۔ (اٹھ کر فیصلہ کن لہجے میں) میں خودکشی کرلوں گی۔ چچا جان کی سخت گیری اور قدامت پرستی ہی کے باعث میرے محبوب نے جان دی ہے اگر چچا جان شادی پر رضامند ہو جاتے تو اس کی صحت چٹکیوں میں اچھی ہو جاتی۔ مگر وہ اپنی ہٹ پر قائم رہے اور ۔ ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔

(قدموں کی چاپ، پھر چچا جان کا داخلہ)

چچا ۔ بیٹی ! تو نے مجھے بلایا ہے؟

عورت ۔ ہاں چچا جان، میں نے ہی آپ کو بلایا ہے ۔

چچا ۔ کیا بات ہے؟

بیٹی ۔ میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں ۔

چچا ۔ خیال برا نہیں۔ لیکن تمہارا ارادہ کب تک ہے ؟

بیٹی ۔ اسی وقت ابھی، ابھی (بیٹھ جاتی ہے)

چچا ۔ (کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)۔ رات کے بارہ بج چکے ہیں اور میں ٹھیک سوا بارہ بجے سو جانے کا عادی ہوں ــــ تمہیں خودکشی کرنے سے پہلے کچھ لکھنا بھی ہوگا جس پر کافی وقت صرف ہو جائے گا ــــ اور مجھے اس کی عبارت کی غلطیاں درست کرنا پڑیں گی۔ کیونکہ جتنے خط تم نے اب تک اپنے دوست کو لکھے ہیں۔ سب کے سب زبان کی غلطیوں سے پُر ہیں ــــ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری تحریر جو کئی آدمیوں کی نظر سے گزرے گی غلط سلط ہو ــــ میری ذاتی زبان دانی مشہور ہے میرے اشعار لوگ سند کے طور پر پیش کرتے ہیں اگر تمہاری تحریر میں املا اور گرامر کی غلطیاں موجود ہیں تو میری ناک کٹ جائے گی ۔

بیٹی ۔ مجھے زبان کی کوئی پرواہ نہیں ــــ میں ہمیشہ خیالوں کو ترجیح دیتی رہی ہوں

اور اپنی آخری تحریر میں بھی اپنا اس انفرادیت کو قائم رکھوں گی ـــــ زبان آخر ہے کیا۔ اس کو اتنی اہمیت کیوں دی جاتی ہے ـــــ؟ میرے خط جن کی اغلاط سے آپ کا ناک کٹتا ہے۔

چچا۔ ناک مونث ہے مذکر نہیں۔

عورت۔ میں جانتی ہوں لیکن آپ کی ناک کسی صورت میں بھی مونث نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ کی ناک مونث ہوتی تو آپ ولایت سے وہ مشین کبھی نہ منگواتے جس سے موٹی ناکیں چھوٹی اور پتلی ہو جاتی ہیں۔

چچا۔ (اٹھ کھڑا ہوتا ہے) تم میری ناک پر ناجائز حملہ کر رہی ہو۔

عورت۔ (اٹھ کھڑی ہوتی ہے) آپ میری زبان پر بیجا اعتراض کر رہے ہیں۔

چچا۔ تم نے بدتمیزی کی ... آخری حد تک پہنچ کر ترقی پسند ہو گئی ہو۔

عورت۔ آپ مجھے گالی دے رہے ہیں جس کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔

چچا۔ تم بھولتی ہو۔ میں تمہارا چچا ہوں۔

عورت۔ (بیٹھ جاتی ہے) میں بھول گئی ہوں۔ آپ واقعی میرے چچا ہیں جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے مجھے اپنی مرضی کی شادی کرنے کی اجازت نہ دی۔

چچا۔ (بیٹھ جاتا ہے) اپنی مرضی سے اگر کوئی مرد یا عورت شادی کرے تو اسے رومان لڑانا کہتے ہیں۔ جو شریف گھرانوں میں سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ میں شریف آدمی ہوں۔ شریف آدمی ہونے کے علاوہ تمہارا چچا ہوں۔ اس لیے میں نے ایسے رومان کی اجازت نہ دی۔

عورت۔ آپ رومان لڑانا کیوں کہتے ہیں۔ یہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔

چچا۔ فقہا نے اسے یوں ہی لکھا ہے۔ اس میں اب کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

عورت۔ رومان لڑانا بہت بھدی ترکیب ہے ـــــ مرغ لڑائے جاتے ہیں۔

بیٹریں لڑائی جاتی ہیں ——— یہ رومان لڑانا کیا ہوا ؟

چچا ۔ تم خودکشی کرنے والی تھیں ۔

عورت ۔ میں خودکشی کرنے والی تھی نہیں بلکہ ہوں ۔ مجھے آپ سے اجازت لینا تھی ۔

چچا ۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے خدا کرے تم اس میں کامیاب ہو جاؤ ۔

عورت ۔ کامیابی کے لیے دعا کا شکریہ . . . . مگر اس سے بیشتر کہ میں اپنی جان اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں میں اپنا پورا پورا اطمینان کرنا چاہتی ہوں کہ میرے اس فعل سے آپ کی ناک کو کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا ۔

چچا ۔ نہیں، موت سے ناک کو صدمہ پہنچنے کا احتمال بہت ہی کم ہوتا ہے ۔ اور پھر جب تم اپنی آخری تحریر میں صاف صاف لکھ دو گی کہ میں نے یعنی تم نے اپنی زندگی کا خاتمہ اس لیے کیا تھا کہ مجھے فلاں آدمی سے پاک محبت تھی ۔ پاک کا لفظ بہت ضروری ہے ۔

عورت ۔ کیا محبت خود ہی پاک نہیں ہوتی ۔

چچا ۔ نہیں، اکیلی محبت پاک نہیں ہو سکتی جب تک اسکی وضاحت نہ کی جائے ۔

عورت ۔ تو کیا محبت کے ساتھ مجھے پاک ضرور لکھنا پڑے گا ۔ ؟

چچا ۔ تم کوئی فکر نہ کرو ——— میں اس تحریر کا مسودہ تمہیں تیار کر کے دوں گا ——— تمہارا کام صرف نقل کرنا رہ جائے گا ۔

عورت ۔ اور اگر میں اس عبارت کی نقل کرنے سے انکار کر دوں ۔

چچا ۔ تو میں تمہیں خودکشی کی اجازت نہیں دوں گا ۔

عورت ۔ (توقف کے ساتھ) چونکہ مجھے خودکشی کرنا ہے اس لیے میں آپ کی عبارت نقل کر دوں گی ——— فرمائیے اس تحریر کا مسودہ مجھے کب مل جائے گا ؟

چچا ۔ کل صبح ناشتے پر ۔

عورت - ذرا خوشخط لکھئے گا تاکہ میں آسانی سے پڑھ سکوں - آپ شکستہ خط میں لکھنے کے عادی ہیں -

چچا - میں اپنا خط نہیں بدل سکتا لیکن میں تین چار بار پڑھ کے تمہیں سنا دوں گا - میرا خیال ہے پھر نقل کرنے میں تمہیں کوئی دقت پیش نہ آئے گی -

عورت - بہت بہتر !

چچا - اچھا تو میں اب جاتا ہوں -

(چلتا ہے)

عورت - (اٹھ کر) شب بخیر -

چچا - شب بخیر ___ میں اب سوتے وقت اس کا مضمون سوچوں گا مجھے یقین ہے کہ بہت ہی شاندار چیز بن جائے گی - اور کوئی عجب نہیں کہ خودکشی کے بعد تم فرہاد کی شیریں اور مجنوں کی لیلیٰ سے بھی بازی لے جاؤ گی -

عورت - خدا آپ کی زبان مبارک کرے -

(چچا چلا جاتا ہے)

عورت - (توقف کے بعد) کچھ فیصلہ تو ہو گیا ___ مجھے تو اندیشہ تھا کہ چچا جان مجھے خودکشی کی اجازت ہی نہ دیں گے ___ بہرحال یہ مرحلہ طے ہو گیا - اب ان کا مضمون تیار ہو جائے تو میں اسے نقل کر کے فوراً ہی زہر کھا لوں گی - (الماری کی طرف بڑھتی ہے) زہر مجھے ابھی گھول گھال کے رکھ دینا چاہیئے - تاکہ صبح وقت ضائع نہ ہو - (الماری میں سے زہر کی شیشی نکالتی ہے - پانی بھرے گلاس میں اس کے چند قطرے ڈالتی ہے) . . . کل صبح ناشتے پر . . . یعنی چائے کے بجائے مجھے یہ زہر پینا ہو گا -

(دستک ہوتی ہے)

عورت ۔ کون ہے ؟

(پھر دستک ہوتی ہے)

عورت ۔ کون ہے ؟

(قدموں کی آواز ــــ پھر سامنے والا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور ہیر پریشان حالت میں اندر داخل ہوتی ہے ۔

عورت ۔ کون ہو تم ؟

ہیر ۔ کیا میں اندر آسکتی ہوں ؟

عورت ۔ تم اندر آسکتی ہو ۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم ہو کون ؟

ہیر ۔ میں ذرا دم لے لوں تو آپ کو سب کچھ بتاتی ہوں ــــ میں سخت گھبرائی ہوئی ہوں ۔ دروازہ بند کر دوں ؟ (اور دروازہ بند کر دیتی ہے) ــــ یہاں ضرور آجائے گا ۔

عورت ۔ کون یہاں آجائے گا ۔

ہیر ۔ آپ اسے جانتی ہیں ؟

عورت ۔ کسے ؟

ہیر ۔ رانجھے کو ۔

عورت ۔ کون رانجھا ؟

ہیر ۔ تخت ہزارے دا رانجھا ۔ چودھری موجو کا چھوٹا لڑکا دھیدو ۔ جسے لوگ رانجھے کے نام سے پکارتے ہیں ۔

عورت ۔ میں کسی چودھری موجو کے لڑکے دھیدو کو نہیں جانتی ــــ بتاؤ تم کون ہو ۔

ہیر ۔ ہیر ۔

عورت ۔ کون ہیر ؟

ہیر ۔ مہر چوچک کی بیٹی ہیر ——— جسے ہیر سیال بھی کہتے ہیں ۔
عورت ۔ میں اب سمجھی ——— تو تم ہیر رانجھے والی ہیر ہو ——— پر تم یہاں کیسے آ گئیں ——— کرسی پر بیٹھ جاؤ ۔
ہیر ۔ (کرسی پر بیٹھ جاتی ہے) میں اور رانجھا دونوں سنیما دیکھنے آئے تھے ——— فلم ہمارا ہی قصہ تھا ۔ آدمی دیکھ کر ہی میرا سر چکرانے لگا ۔ چنانچہ بھئی میں تو وہاں سے انٹرول ہوتے ہی بھاگ آئی ۔ مگر مجھے ڈر یہ ہے کہ رانجھا میرا پیچھا کرتا کرتا یہاں پہنچ جائے گا اور مجھے پکڑ کر پھر وہیں لے جائے گا ۔
عورت ۔ کہاں ؟
ہیر ۔ اسی جگہ جہاں ہمیں قید کیا گیا ہے ۔
عورت ۔ (کرسی پر بیٹھ جاتی ہے) وہاں اور کون کون ہے ؟
ہیر ۔ بہتیرے ہیں ۔ شیریں ہے ۔ اس کا چاہنے والا فرہاد ہے ۔ لیلیٰ ہے مجنوں ہے ۔ مرزا ہے صاحباں ہے ۔ نل ہے دمینتی ہے ——— بے شمار ہیں ۔
عورت ۔ تمہیں رانجھے سے اب محبت نہیں رہی ؟
ہیر ۔ محبت کیسے قائم رہ سکتی ہے بہن ——— اسے تو ہر وقت بانسری بجانے سے کام ہے ۔ شامتِ اعمال سے ایک دفعہ میں نے اس سے کہا تھا کہ تم سب سے سوہنی بانسری بجاتے ہو ——— اب اس کے منہ سے نگوڑا یہ بانس کا ٹکڑا جدا ہی نہیں ہوتا ۔ جب دیکھو درخت پر چڑھ کر بانسری بجا رہا ہے ——— یہ دیوانہ نہیں تو کیا ہے اور جناب کو ڈھور ڈنگر چرانے کا بہت شوق ہے ۔ ——— میں ہزار بار کہتی ہوں کہ رانجھا یہ کھیڑے نہیں جہاں تمہیں گائیں بھینسیں مل جائیں گی ۔ یہاں دودھ کی نہریں بہتی ہیں ۔ دودھ پیو اور مزے سے لمبی تان کر سو جاؤ ۔ مگر اس کے سر پر وہی پرانا بھوت سوار ہے کہتا ہے نہیں ، جب دودھ موجود ہے تو

گائے بھینسیں بھی کہیں نہ کہیں ضرور ہوں گی — ایک دن میں انھیں ڈھونڈ نکالوں گا۔ پھر ہم دونوں انھیں چرایا کریں گے — شیریں بیچاری بھی اسی طرح فرہاد کے ہاتھوں بہت دکھی ہے جناب چوبیس گھنٹے ہاتھ میں تیشہ لیے پتھر پھوڑتے ہیں — شیریں پوچھتی ہے فرہاد یہ تم کیا کر رہے ہو۔ جواب ملتا ہے تمہارے لیے یہ پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر جاری کر رہا ہوں — وہ بیچاری کہتی ہے کہ فرہاد یہاں دودھ کی سینکڑوں نہریں موجود ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر میں تنگ آگئی ہوں — اگر کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو ان میں سے ایک نہر کم کر دو — مگر وہ شیریں کی ایک نہیں سنتا اور دن رات اپنے کام میں مشغول رہتا ہے —

عورت۔ یہ تو عذاب ہوا۔

ہیر۔ عذاب جیسا عذاب — بس ہمارا صرف یہ گناہ ہے کہ ہم نے ان مردوں کے لئے اپنی جان دی — بیچاری سوہنی کی حالت تو میں بیان نہیں کر سکتی — مہینوال صاحب ہر وقت اپنی ران کے گوشت کا قیمہ بناتے رہتے ہیں اور پھر ان نصیبوں جلی کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس قیمے کے بنے ہوئے کباب کھائے۔ اسے اُبکائیوں پر اُبکائیاں آتی ہیں مگر مہینوال صاحب اس کے منہ میں یہ کباب ٹھونستے ہی رہتے ہیں — اسی پر بس نہیں — سوہنی پر یہ حکم عائد ہے کہ وہ رات کو کچا گھڑا لے کر دودھ کی نہر طے کیا کرے وہ دریائے چناب میں تیرنے والی دودھ کی نہر میں کیسے تیر سکتی ہے، مگر کیا کرے۔ ایک بار حماقت کر چکی ہے سو اس کی سزا بھگت رہی ہے۔

عورت۔ لیلیٰ کا بھی برا حال ہو گیا۔

ہیر۔ جی ہاں — لیلیٰ ہزار بار میاں مجنوں سے کہہ چکی ہے مجھے مت ڈھونڈو میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ مگر وہ نہیں مانتے اور لیلیٰ کو چھوڑ کر صحرا کی خاک

چھپاتے رہتے ہیں۔

عورت۔ میں تو سمجھی تھی کہ تم لوگ۔ بہت خوش ہوگے۔

ہیر۔ خاک بھی خوش نہیں —— یہ دنیا جلدی جلدی ختم ہو تو ہمیں اس عذاب سے نجات ملے —— محبت ہوئی تھی لیکن اس میں مر جانا کیا ضروری تھا —— میں تو اس وقت کو روتی ہوں جب میں نے بغیر سوچے سمجھے خودکشی کر لی —— ہیر رانجھے سے پل بھر کے لیے جدا نہیں ہو سکتی —— شیریں فرہاد سے ایک لحظے کے لیے نہیں ہٹ سکتی —— زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔

(دور سے بانسری کی آواز آتی ہے)

لیجیے جناب آ پہنچے —— دنیا ترقی کر گئی ہے۔ اگر کچھ بجانا ہی ہے، تو وائلن بجائیں۔ گٹار بجائیں —— سیکسوفون بجائیں۔ مگر افسوس یہی! یہ کون ؟

... اچھا۔ میں چلتی ہوں ... اپنے تو مقدر میں بانسری کی یہی تانیں لکھی ہیں۔

... خدا حافظ ——

(دروازہ کھول باہر چلی جاتی ہے۔ بانسری کی آواز چند لمحات تک آتی رہتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ غائب ہو جاتی ہے۔ عورت دروازے کے پاس سے ہٹ کر کرسی پر بیٹھتی ہے اور گھنٹی بجاتی ہے ——

قدموں کی آواز —— پھر نوکرانی کا داخلہ)

نوکرانی۔ جی سرکار —— !

عورت۔ میں نے خودکشی کرنے کا خیال چھوڑ دیا ہے۔

نوکرانی۔ بہت اچھا سرکار۔ !

عورت۔ چچا جان سو رہے ہیں یا جاگ گئے ہیں ؟

نوکرانی۔ جاگ گئے ہیں۔ مجھے اپنے پاس بٹھا کر وہ آپ کے لیے پاک محبت کا ایک مضمون

سوچ رہے تھے۔

عورت۔ چچا جان سے کہہ دو کہ وہ تمہیں اپنے پاس بٹھا کر میرے لیے پاک محبت پر مضمون نہ سوچیں۔ میں نے خودکشی کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔

نوکرانی۔ بہت اچھا سرکار ۔۔۔ !

(نوکرانی چلی جاتی ہے عورت گلاس کا سارا زہر فرش پر انڈیل دیتی ہے۔)

(پردہ)

(فیڈ اِن ـــــ پیالی اور پرچ بجانے کی آواز آئے جو آہستہ آہستہ قریب آتی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ہوٹل کے چھوکرے کی سیٹی کی آواز بھی آئے جو کسی فلمی دھن میں ہو ـــــ بمبئی میں ہوٹل کے چھوکرے جو ہوٹل سے باہر چائے وغیرہ لے کر جاتے ہیں "باہر والے" کہلاتے ہیں۔ یہ عموماً چائے کی خالی پیالی اور پرچ آپس میں بجایا کرتے ہیں کہ بلڈنگ کے رہنے والوں کو ان کی موجودگی کا علم ہو جائے اور وہ آرڈر دے سکیں۔)

سوگندھی۔ اے باہر والا۔

باہر والا۔ آیا ـــ (چند سیکنڈوں کے بعد) کیا لاؤں سوگندھی۔

سوگندھی۔ دو چائے لا۔ ایک میں پانی کم ایک میں پانی زیادہ ــــ اور دیکھ دو پان ــــ ایک چونا سادہ ایک دیسی کالا تمباکو۔

باہر والا۔ بس ـــ

سوگندھی۔ بس ــــ جلدی آــــ (چٹکی بجاتی ہے)

(باہر والا پیالی اور پرچ بجاتا ہے۔ چند لمحات تک یہ آواز آتی ہے)

مادھو۔ کیا نام ہے تیرا؟

سوگندھی۔ (ادا کے ساتھ) سوگندھی!

مادھو۔ سوگندھی ــــ اور تیری اس کھولی میں جو بُری بُری باس آتی ہے ــــ

چھی چھی چھی ــــ کیسے رہتی ہو تم یہاں؟

سوگندھی۔ لے دو نا کوئی اچھا سا فلیٹ!

مادھو۔ پر تیرا دھندا تو یہی رہے گا ــــ اس کی بُری باس تو آتی ہی رہے گی ــــ

سوگندھی تیرا نام تو اتنا اچھا ہے، تو آپ بھی اتنی اچھی ہے۔ پر تو یہ کیا دھندا کر

رہی ہے ــــ کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا؟

سوگندھی۔ اٹھارہ روپے اور میرا بھاڑا ہے دس روپے جس میں سے ڈھائی دلالی

کے چلے جاتے ہیں۔

مادھو۔ لاج نہیں آتی تجھے اپنا بھاؤ بتاتے ــــ جانتی ہے تو میرے ساتھ کس

چیز کا سودا کر رہی ہے اور میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں ــــ چھی چھی چھی۔

تیرا بھاڑا، دس روپے ــــ اور جیسا کہ تو کہتی ہے ڈھائی روپے دلالی کے۔

باقی رہے ساڑھے سات ــــ رہے نا ساڑھے سات؟

سوگندھی۔ ہاں ساڑھے سات۔

مادھو۔ ان ساڑھے سات روپوں میں تو مجھے ایسی چیز دینے کا وچن دیتی ہے جو تو دے ہی

نہیں سکتی اور ــــ اور (ہنستا ہے) اور میں ایسی چیز تجھ سے لینے آیا ہوں۔

جو میں تجھ سے لے ہی نہیں سکتا۔

سوگندھی۔ پھر تو آیا کس لیے ہے؟

مادھو۔ آیا کس لیے ہوں —— (توقف کے بعد جیسے جواب سوچ رہا ہے) یہ تو ہی سوچ کہ آیا کس لیے ہوں —— بات تو یہ ہے کہ تو نے آج تک کبھی سوچا ہی نہیں ہے۔ مجھے تو کوئی عورت بھی لے چلے گی۔ پر کیا میں تجھے جچتا ہوں —— کیا یہ سوچنے کی بات نہیں —— ؟ سوگندھی تو بہت بھولی ہے ——

پگلی تیرا میرا ناطہ ہی کیا ہے کچھ بھی نہیں —— بس یہ دس روپے ہیں جن میں سے ڈھائی دلال لے جائے گا۔ اور باقی ادھر ادھر بکھر جائیں گے —— یہ دس روپے ہیں جو تیرے اور میرے بیچ میں بج رہے ہیں تیرا من کچھ اور سوچتا ہے اور میرا من کچھ اور ——

سوگندھی۔ یہ تو کھری بات کہی تو نے۔

مادھو۔ کیوں نہ کوئی ایسی بات کریں کہ تجھے میری ضرورت ہو اور مجھے تیری —— پگلی دنیا میں روپیہ ہی سب کچھ نہیں ہے —— پریم کے دو میٹھے بول اگر تجھ سے کوئی بول جائے تو دیکھ کیا ہوتا ہے۔ تیرے جیون کا سب اندھیرا دور ہو جائے گا۔ کیا بگاڑا ہے اس کھولی کا؟

سوگندھی۔ (ایک دم چونک کر جیسے خیالات کی دنیا میں کھو گئی تھی)۔ ک .... ک .. کیا کہا —— ؟

مادھو۔ کہتا ہوں یہ دھندا چھوڑ —— پونے میں حوالدار ہوں پرمیشور کا دیا بہت کچھ ہے۔ مہینے میں ایک بار آیا کروں گا تین چار دن کے لیے ...... یہ ...... یہ تیری ناک کو کیا ہو گیا ہے۔ اتنی لال کیوں ہے؟

سوگندھی۔ لال ہے کیا؟

مادھو۔ تجھے کیا پتہ ہی نہیں —— سچ ہے تجھے بتانے والا کون ہے۔ تیری ماں ہوتی، تیرا باپ ہوتا —— تیرا ... کہیں زکام نہ ہو جائے تجھے ٹھہر۔ میں تیرے لیے دوا

لاتا ہوں — کوئی ڈاکٹر ہے آجو باجو . . .

سوگندھی ۔ تم چنتا نہ کرو مادھو یہ کچھ بھی نہیں ۔ اپنے آپ ٹھیک ہو جاؤں گی ۔

مادھو ۔ کیا کہا . . . ( توقف کے بعد ) ارے . . . یہ ننگی تصویریں تو نے اپنے سرہانے

کیا لٹکا رکھی ہیں . . . چھی چھی چھی — بھئی میرے ہوتے یہ بالکل یہاں

نہیں رہیں گی — ( تصویریں پھاڑنے کی آواز ) . . . میں تجھے اور تصویریں لا دوں گا ۔

( توقف کے بعد ) اور یہ گھڑا — کتنا میلا ہے ، کب کا پانی بھرا ہے اس میں —

اور یہ چیتھڑے — یہ چندیاں — کتنی بری باس آتی ہے ان سے ؟ —

اٹھا کر باہر پھینک ان کو ترا جی نہیں گھبراتا ۔

سوگندھی ۔ رہنے بھی دو —

مادھو ۔ ارے کیا رہنے دوں — سالا ہر جگہ کچرا پڑا ہے — تجھے گھن نہیں

آتی — کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا ؟

سوگندھی ۔ اٹھارہ روپے —

مادھو ۔ پونا پہنچتے ہی منی آرڈر کر دوں گا — ( توقف کے بعد ) کوئی نوکر نہیں تیرے

پاس — تیری کنگھی بھی ٹوٹی ہوئی ہے جبھی تو تیرے بالوں کا ستیاناس ہو رہا ہے ۔ کتنا

دکھ ہوتا ہے مجھ — یہی گھر جس کا تو — کیا بھاڑا دیتی ہے تو اس گھر کا ؟

یہی گھر جس میں جگہ جگہ کچرا پڑا ہے بڑا سندر ہو سکتا ہے — ہو کیا سکتا ہے ۔

اب ہو گا — تو دیکھتی رہ کیا ہوتا ہے ۔ پونے میں حوالدار ہوں ۔ مہینے میں ایک

بار آیا کروں گا ۔ تین چار دن کے لیے ، یہ دھندا چھوڑ اور عزت آبرو کے ساتھ

رہ — اور یہ سالا کتا ؟ ۔

( کتا بھونکتا ہے )

سوگندھی ۔ چپ رہ — دیکھتا نہیں اپنا ہی آدمی ہے ۔

مادھو - پھانسی دے سالے کو ـــــ کھجلا کھجلا کر سالے نے ایک بال نہیں رکھا لنگ پر
ـــــ بیمار ہے تجھ بھی بیمار کرے گا۔

سوگندھی - پڑا رہنے دو یہیں ـــــ اچھا ہو جائے گا۔

مادھو - اچھا کیا ہو گا - تو کہتی ہے تو رہے سالا یہیں اور بھی تو کئی ہوں گے تیری روٹیاں توڑنے
والے ـــــ سچ تو یہ ہے کہ تیرا دل بڑا اچھا ہے تو کسی جنور کو بھی دکھ نہیں دے سکتی۔
پر مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ جب سوچتا ہوں کہ آج تک کسی نے بھی تیرے اس گن
کو نہیں پہچانا ـــــ سوگندھی - (بڑے پیار کے ساتھ) ... سوگندھی ...
(نوٹ :ـــ سچ تو یہ ہے ... کے ساتھ ہی عقب میں بہت سوفٹ
(مجھے اس کے لیے اُردو میں کوئی لفظ نہیں مل سکا - موسیقی شروع ہو۔)

مادھو - (عشق آلود لہجے میں) کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا ؟

سوگندھی - اٹھارہ روپے۔!

مادھو - پونا پہنچتے ہی منی آرڈر کر دوں گا میری جان ...

سوگندھی - مادھو!

مادھو - میں اب جاتا ہوں - پھر آؤں گا میری جان ...

(نوٹ :ـــ سوفٹ موسیقی جاری رہے - چند لمحات کے بعد زور سے دروازہ
بھیڑنے کی آواز آئے - خیال رہے کہ یہ آواز اونچی نہ ہو ـــ
موسیقی پھر بھی جاری رہے ـــــ چند لمحات کے بعد سوگندھی کے ذیل کے الفاظ
اس موسیقی کے پردے پر سپر امپوز کیے جائیں ۔)

سوگندھی - ایسا لگتا ہے کہ میں اس حوالدار کو برسوں سے جانتی ہوں - آج تلک کسی نے مجھے بتایا
نہ تھا کہ میرا بھی ایک گھر ہے جو سورگ بن سکتا ہے ـــ (سورگ کہہ کر اس کے تیقن
میں تھوڑی سی لغزش آجاتی ہے) - سورگ ... (فوراً ہی اپنے آپ کو یقین دلا کر) ...

... ہاں ہاں سور گ ... باس مارنے والے چیتھڑوں اور چندیوں، ننگی تصویروں، میلے گھڑے اور میرے الجھے ہوئے بالوں کا آج تک کسی نے خیال کیا تھا ــــ (اپنے آپ کو مخاطب کر کے) سوگندھی ــــ تجھ سے کبھی کیا کسی نے یہ کہا تھا "دیکھ تو آج تیری ناک کتنی لال ہو رہی ہے ــــ ٹھہر میں تیرے واسطے دوا لاتا ہوں ــــ مادھو ضرور مجھ سے پریم کرتا ہے ــ

پریم ... پریم ...

(ایک دم دروازہ کھلتا ہے ــــ سوگندھی کی ہمسائی (ویسی ہی جیسی خود سوگندھی ہے) اندر داخل ہوتی ہے ـ)

ہمسائی۔ پریم ... پریم ... پریم ... سالا جو کوئی بھی آتا ہے وہ یہی کہتا ہے ــ "میں تجھ سے پریم کرتا ہوں" ... سب جانتی ہوں یہ پریم کیا بلا ہے ؟

سوگندھی۔ ہمارے باوا کا کیا جاتا ہے ــ بولنے دو جھوٹ ان کو۔ ہم کب ان سے سچ بولتی ہیں ــــ یہ دھندا ہی ایسا ہے ان کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ ہم کو بھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے ــــ پر کاشا اس جھوٹے جیون میں اگر کوئی سچا بول سنائی دے تو کتنا آنند آتا ہے ـ

ہمسائی۔ سچا بول بھی تو سچا بول نہیں ہوتا ـ

سوگندھی۔ نہ ہو ــ پر تھوڑی دیر کے لیے آنند تو آجاتا ہے ــ کاغذ کے پھولوں میں اگر باس ہو تو میں اٹھا کر اسے اپنے جوڑے میں لگا لوں ــــ جنھیں سچے گہنے پہننے کو نہیں ملتے وہ جھول چڑھے جھوٹے گہنوں ہی سے اپنا من پرچا لیتی ہے ــــ کاشا دنیا میں اگر جھوٹی اور سچی چیزوں کے ساتھ ساتھ ایسی چیزیں نہ ہوتیں جو تھوڑی دیر کے لیے سچی معلوم ہوتی ہیں تو یہ جیون بہت ہی کٹھن ہو جاتا ـ

ہمسائی۔ یہ تو آج کیسی باتیں کر رہی ہے ؟

سوگندھی۔ کوئی چھیڑ گیا ہے میرے ہردے کے تار — روم روم میں نیند سی پہنچ گئی ہے — آ — میری گود میں آجا — تجھے لوری دے کر سلاؤں۔۔۔

کانتا۔ مستک تو نہیں پھر گیا تیرا۔

سوگندھی۔ (اور زیادہ پیار کے ساتھ) آ — کانتا — آ — میری گود میں — آجا — میں تیرے کان کو ہولے ہولے تھپتھپاؤں گی — دھیرے دھیرے لوری دوں گی — تو بھی سو جائے گی اور میں بھی سو جاؤں گی — آ — ۔

لوری۔

صاف کٹوری سی آنکھیں چشمے گنگا جل کے
کیوں دکھ دیتی ہے ندیا کو نین رسیلے مل کے

سوجا —— سوجا

سوجا میری ننھی منی بھولی بھالی کانتا
ندیا نگری میں دیکھے گی سندر سپنے کل کے

اب سوجا —— سوجا

وہ آکاش پہ کالی بدلی ڈول رہی ہے کب سے
تارے چھم چھم ناچ رہے ہیں چاند ابھرا ہے جب سے

سوجا —— سوجا

سوجا میری ننھی منی بھولی بھالی کانتا

---

نوٹ:— لوری ختم ہو تو ساز تھوڑی دیر ہولے ہولے بجتے ہیں۔ پھر سو جائیں)

## دوسرا منظر

(میونسپل کمیٹی کے داروغہ صفائی نے شراب پی رکھی ہے اپنے کام سے فارغ ہو چکا ہے اور گھر جانے کا ارادہ کر رہا ہے سوگندھی بھی نشے میں ہے مگر اس کی زبان میں لکنت نہیں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے نشے کو لب و لہجہ سے ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے داروغہ کی زبان میں لکنت ہو مگر پروڈیوسر اس بات کا خیال رکھے کہ وہ اس لکنت کو بقدر کفایت استعمال میں لائے ۔)

سوگندھی۔ سیٹھ بہت پلا دی تم نے ــــ سر درد کے مارے پھٹا جا رہا ہے ــــ

داروغہ۔ (ہنستا ہے) بام لگاؤ بام ــــ میرے سر میں جب زیادہ پینے سے درد ہوا کرتا ہے تو میری بیوی مجھے بام ہی لگایا کرتی ہے ــــ سارے ماتھے پر تیز تیز باس والی چیز دیا کرتی ہے۔ اور میں سوجایا کرتا ہوں ــــ میری بیوی بڑی اچھی ہے سوگندھی بڑی اچھی ہے ــــ مجھے اس سے بہت محبت ہے ــــ ہاں تو بام لگاؤ بام۔ سُنا بڑی اچھی ہے میری بیوی ــــ یہ سالا کتا کیا کہہ رہا ہے تیرے پلنگ کے نیچے۔

(کتا بھونکتا ہے)

سوگندھی۔ چپ کر بے ــــ میرے سر میں درد ہوتا ہے۔

داروغہ۔ میں میونسپلٹی کا داروغہ ہوں ــــ ایسا کتا گولی سے مار دینا چاہیے ــــ گولی سے میرے پاس دونالی بندوق ہے ــــ کسی دن سالے کو ڈھیر کر دوں گا۔ اچھا میں جاتا ہوں ــــ میری بیوی میری راہ دیکھ رہی ہوگی۔

(اٹھتا ہے اور لڑکھڑا کر گرنے لگتا ہے کرسی سے اس کی ٹکر لگتی ہے)

(کتا بھونکتا ہے)

داروغہ۔ (کتے کو ڈانٹتا ہے) اے . . چپ . . . بام لگا بام ـــــ اور بام لگا کے سو جا۔
خبردار جو بھونکا ـــــ سو جا ـــــ (ہنستا ہے) میری بڑی اچھی ہے . . جب . . .
جب میں زیادہ پی جایا کرتا ہوں تو میرے ماتھے پر بھی بام لگایا کرتی ہے . . ۔
پر آج تو میں نے زیادہ نہیں پی . . . . کیوں سوگندھی . . . کیا زیادہ پی ہے ۔
. . . ارے . . . یہ سالا تیرا طوطا کیسا ہے ـــــ (طوطے کو مخاطب کر کے)
ابے . . . . گردن کہاں ہے تیری . . . (ہنستا ہے) سوگندھی یہ کیسے جانور
پال رکھے ہیں تو نے . . . (ہنستا ہے) سالا کتا ہے تو اس کے بدن پہ ایک
بال نہیں۔ سالا یہ طوطا ہے تو اس کے پر ہی نہیں . . . (ہنستا ہے) اس کی
گردن کہاں ہے۔

سوگندھی۔ سو گیا ہے . . . (آواز سے یہ معلوم ہو جیسے وہ اپنے آپ سے اور
داروغے سے تنگ آ گئی ہے اپنے آپ سے اس لیے کہ اس کے سر میں درد ہے
اور داروغے سے اس لیے کہ وہ جانے کا نام ہی نہیں لیتا)

داروغہ۔ (ہنستا ہے) دونوں سو رہے ہیں . . . (کتے کو سیٹی بجا کر بلاتا ہے) . . . .
سچ مچ سو گیا ہے . . . اچھا . . اچھا تو میں اب جاتا ہوں . . . میں تیرے پاس
اور بیٹھتا سوگندھی، پر مجھے اپنی بیوی کا خیال ہے . . . میرا انتظار کر رہی ہو گی۔
بام لگا بام اور سو جا . . . سو جا میری جان . . .

سوگندھی۔ سو جاؤں گی سیٹھ ۔

داروغہ ۔ بام لگا بام . . . بڑی اچھی چیز ہے (ہنستا ہے) ماتھے پر لگتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے
ٹین کا پترا چڑھا دیا ہے کسی نے . . . ٹین ٹھنڈا ہوتا ہے نا . . . (کتے سے) اے
خبردار جو اب بھونکا ـــــ گولی سے اڑا دوں گا . . . میں کہیں زیادہ تو نہیں پی
گیا . . . دونالی بندوق ہے میرے پاس . . . اس سالے طوطے کی گردن کہاں ہے

سوگندھی ۔۔۔۔ سوگندھی ۔۔۔ طوطے کی گردن کہاں ہے؟

سوگندھی ۔ (نشے کی حالت میں) گردن ۔۔۔ گردن ۔۔

داروغہ ۔ سالی گردن ہی غائب ہے ـــــ سوگندھی میں جاتا ہوں ـــ بھئی مجھے دیر ہو رہی ہے ۔ میری بیوی انتظار کر رہی ہوگی ۔

سوگندھی ۔ اچھا ۔

داروغہ ۔ سالی گردن ہی غائب ہے ۔۔۔۔ کہاں گئی؟ ۔۔۔۔ ادھر بھی نہیں ۔۔۔۔ اُدھر بھی نہیں ۔۔۔۔ حد ہو گئی ہے ۔۔۔ سوگندھی تجھ کو امرت بام مل دوں ۔۔۔ تیرا سر دکھ رہا ہے ۔۔۔ میری بیوی میرے ماتھے پر یہی دوا ملا کرتی ہے ۔۔۔ روپے لے لیے ہیں نا تو نے ۔۔۔۔ سوگندھی ۔۔۔ سوگندھی ۔۔۔

سوگندھی ۔ (درد کی تکلیف کے ساتھ) کیا چیز ہے سیٹھ ۔

داروغہ ۔ روپے لے لیے نا تو نے ۔

سوگندھی ۔ روپے ۔۔۔۔ روپے ۔۔۔ ہاں لے لیے ۔۔۔۔ مجھے ۔۔۔۔ مجھے نیند آ رہی ہے ۔

داروغہ ۔ سو جا ۔۔۔ بام مل اور سو جا ۔۔۔ میں جاتا ہوں ۔۔۔ میری بیوی میری راہ دیکھ رہی ہوگی ۔۔۔ بڑی اچھی ہے ۔۔۔۔ سالی گردن ہی غائب ہے ۔۔۔ اے ۔۔۔ اچھا میں جاتا ہوں ۔۔۔ تو سو جا ۔۔۔ پر دروازہ بند کر لیجیو اندر سے ۔۔۔

سوگندھی ۔ اچھا ۔ !

داروغہ ۔ دروازہ بند کر لیجو اندر سے ۔۔۔ ہیں !!

سوگندھی ۔ اچھا ۔ !

داروغہ ۔ سالی گردن ہی غائب ہے ۔۔ حد ہو گئی ہے ۔ (یہ کہتا ہوا وہ مائکروفون سے دُور ہوتا جاتا ہے ـــ آخر میں دروازہ کھولنے کی آواز (دروازہ بند کر لیجو اندر سے

سوگندھی) دروازہ اندر سے بند کر دیا جاتا ہے)

**سوگندھی۔** (تھکے ہوئے لہجے میں) موا جانے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔۔۔ اور۔۔۔اور ۔۔۔میرا سر درد کے مارے پھٹا جا رہا ہے ۔ بام ۔۔۔ بام مل ہی لوں (انگیٹھی پر سے ٹین کا ڈھکنا اتارنے کی آواز)۔۔۔ ماتھے پر بیچ مچ ٹین کا پترا جڑ دیا گیا ہے۔۔۔ دو بج گئے۔۔۔ (ہولے ہولے سوفٹ موسیقی شروع ہوتی ہے)۔ اُف۔۔۔ف۔۔۔ سر میں کتنا درد ہے۔۔۔ پر آنکھیں پھر بھی نیند سے بوجھل ہو رہی ہیں۔۔۔

(نوٹ: چند لمحات تک بیک گراؤنڈ میوزک جاری رہے۔ پھر ہولے ہولے تحلیل ہو جائے۔ اس کے بعد چند سیکنڈوں تک مکمل خاموشی طاری رہے۔ صرف سوگندھی کے غیر ہموار سانسوں کی آواز آئے ــــ اس کے بعد زور سے دستک کی آواز سنائی دے۔۔۔ اب کے دستک کی آواز ایک دم اونچی ہو جائے۔ سوگندھی دفعتہً ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے)۔

**سوگندھی۔** کون ہے۔۔۔ (وقفہ) کوئی بھی نہیں۔۔۔

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

**سوگندھی۔** (اپنے آپ سے) کون ہے۔۔۔ (اٹھتی ہے۔ قدموں کی چاپ)

(پھر دروازہ کھولنے کی آواز)۔۔۔ کون رام لال۔

**رام لال۔** (بھنچی بھنچی آواز میں) تجھے سانپ سونگھ گیا تھا یا کیا ہوا تھا۔ ایک کلاک سے باہر کھڑا دروازہ ٹھوک رہا ہوں۔ تو کہاں مر گئی تھی۔ (آواز دبا کر) اندر کوئی اور تو نہیں۔!

**سوگندھی۔** (نیم غنودگی اور نشے کی حالت میں) نہیں!

**رام لال۔** (آواز بلند کر کے) پھر تو نے دروازہ کیوں نہیں کھولا ــــ بھئی یوں دھندا ہو چکا ــــ گھوڑے بیچ کے سو جاتی ہو۔ کوئی باہر کھڑا کھڑا سوکھ جائے۔

سالا ـــ اب تو میرا منہ کیا دیکھتی ہے ۔ (دروازہ بھیڑنے کی آواز) ـــ
جھٹ پٹ یہ دھوتی اتار اور وہ اپنی پھولوں والی ساڑھی پہن، پوڈر ووڈر لگا اور میرے ساتھ چل ۔ باہر موٹر میں ایک سیٹھ بیٹھے تیرا انتظار کر رہے ہیں
چل چل، ایک دم جلدی کر ـــ

سوگندھی ۔ (بیمار آواز میں) رام لال میرا جی اچھا نہیں !

رام لال ۔ بیڑی ہے کوئی تیرے پاس . . . (ایک دم چونک کر) کیا کہا . . . جی اچھا نہیں . . . سالا جی اچھا نہیں تھا تو پہلے ہی کہہ دیا ہوتا . . .

سوگندھی ۔ وہ بات نہیں رام لال . . . ایسے ہی میرا جی اچھا نہیں . . . بہت پی گئی ۔

رام لال ۔ عیش کرتی ہو عیش . . . تھوڑی بچی ہو تو لا ہم بھی اپنا گلا تر کرلیں ۔

سوگندھی ۔ بچائی ہوتی تو یہ موا سر میں درد ہی کیوں ہوتا . . . (اتنے کے ساتھ) دیکھ
رام لال وہ سیٹھ جو باہر موٹر میں بیٹھا ہے اسے یہیں لے آ ۔

رام لال ۔ بھئی واہ . . . جنٹلمین آدمی ہے ۔ یہاں آنے سے گھبراتا ہے
تو آدمی تو پہچان لیا کر . . . بھئی واہ . . .

سوگندھی ۔ کہہ دے گھر میں نہیں ہے . . . نہیں نہیں . . .

رام لال ۔ میں سب جانتا ہوں تو یہ نخرے کیوں کر رہی ہے . . . وہ سالا پونے کا حوالدار جب سے تیرے پاس آنے لگا ہے تیرا مجاز بگڑ گیا ہے . . . سات سال سے یہ دھندا کر رہا ہوں . . . تم چھوکریوں کی ساری باتوں کی مجھے خبر رہتی ہے . . .
سالی اپنا دھن برباد نہ کر . . . تیرے انگ کے کپڑے بھی اتار کر لے جائے گا ۔
یہ تیرا پونے کا حوالدار . . . کیا دیتا ہے تجھے ! ـــ سالا فوکٹ میں عیش کر رہا ہے ـــ

سوگندھی ۔ تو اس کی بات چھوڑ . . . میں چلتی ہوں تیرے ساتھ . . .

رام لال۔ تجھے اس سالے نے منع کیا ہو تو مت جا۔

سوگندھی۔ منالی کسی بات کی نہیں۔۔۔ مجھے کچھ روپوں کی ضرورت ہے۔۔۔ ساتھ والی مدراسن اپنے ملک میں جا رہی ہے۔ بیچاری کے پاس ایک ڈیڑھ پیسہ بھی نہیں۔ بہت دکھی ہے۔۔۔ اپنے خرچ کے لیے تو میرے پاس روپے ہیں پر رام اس کے لیے بھی تو کچھ کرنا ہے۔۔۔ چل۔۔۔

رام لال۔ یوں سر جھاڑ منہ پھاڑ ساتھ چل پڑے گی۔۔۔۔۔ ذرا منہ پر چھینٹا مار، پوڈر ووڈر لگا۔ اپنی وہ پھولوں والی ساڑھی پہن۔۔۔

سوگندھی۔ اچھا۔۔۔

(چند لمحات کا وقفہ ــــ رام لال فلمی دھن میں سیٹی بجاتا ہے)

رام لال۔ پہلے کتنی تصویریں تھیں اب چار ہو گئیں ــــ یہ سالا ضرور دو ٹیڑھ پیسے کا حوالدار ہوگا ــــ واہ رے میرے حوالدار ــــ ایسا لگتا ہے کہ ٹرپ کے منہ کے سامنے بیٹھا ہے رونے ہے۔ چل جلدی اب۔۔۔ یہ تو تیرا انگی پارٹی کا ارو غم ہے ــــ اور وہ بیڑی والا سیٹھ ــــ سالے نے آج تک ایک بیڑی نہیں پلائی ــــ اور یہ۔۔۔ جلدی کر سوگندھی۔۔۔ ارے واہ۔۔۔ یہ پھول والی ساڑھی تجھ پر خوب پھبتی ہے ــــ لوٹ پوٹ ہی ہو جائیں ــــ ہمارے سیٹھ تجھے دیکھ کر ــــ چل اب چل ــــ

سوگندھی۔ ٹھہر۔۔۔ میں ایک ڈونگا پانی کا پی لوں ــــ پیاس لگتی ہے۔

(گھڑے میں ڈونگا ڈالنے اور پانی پینے کی آواز)

سوگندھی۔ آگ سی لگ رہی ہے سینے میں۔

رام لال۔ کتنی پیار کر۔۔۔ چل اب۔۔۔

سوگندھی۔ چل۔

(دونوں چلتے ہیں ——— دروازہ کھلنے کی آواز ——— پھر قدموں کی چاپ۔
قدموں کی چاپ چند لمحات آتی رہے اس پر ذیل کے مقالے کا کچھ حصہ سپرامپوز
کیا جائے ۔)

سوگندھی۔ پچھلا پہر ہے رات کا۔

رام لال۔ کوئی پہر ہو اپنا کام ہے جانا . . . کیوں ؟

سوگندھی۔ ٹھیک ہے۔

رام لال۔ وہ موٹر کھڑی ہے نکڑ پر۔

سوگندھی۔ میرا جی اچھا نہیں ——— ہوا میں برانڈی کی باس آرہی ہے۔

رام لال۔ موٹر کی سیر کرے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا ——— لے تو اب یہاں کھڑی
ہو جا . . . میں بات کر لوں۔

(صرف رام لال کے قدموں کی چاپ)

. . . سیٹھ آگئی . . . ایک دم اچھی چھوکری ہے، ہنسنے کھیلنے والی ہتنگ کرے تو
میرا ذمہ . . . بلاؤں . . . (ذرا آواز بلند کر کے) سوگندھی ادھر آ سیٹھ بلاتے
ہیں ——— !

(صرف سوگندھی کے قدموں کی چاپ)

رام لال۔ بیٹری جلا کے دیکھ لو سیٹھ!

(بیٹری جلانے کی آواز)

۔ یہ چھوکری نہ بابے تو . . . (انتہائی نفرت کے ساتھ) اونہیں . . . ڈرائیور چلو . .
(ایک دم انجن اسٹارٹ ہوتا ہے۔ موٹر دیک لمبا سانس لیتی ہے۔ اور یہ جاوہ
جا۔ چند لمحات تک موٹر کے چلنے کی آواز آتی رہے)

سوگندھی۔۔ یہ کیا ہوا ؟

———

رام لال۔ (بھولے سے) پسند نہیں کیا تجھے۔

سوگندھی۔ پسند نہیں کیا مجھے؟

رام لال۔ ہاں۔

سوگندھی۔ (ایکدم دوڑتی ہے۔ دیوانہ وار چلاتی ہوئی) سیٹھ.... او سیٹھ.. سیٹھ ذرا موٹر روک اپنی... موٹر روک اپنی... سیٹھ... او سیٹھ... موٹر روک اپنی... (گلے میں آواز رندھ جاتی ہے) سیٹھ... (آواز میں التجا سی پیدا ہو جاتی ہے) سیٹھ... ذرا موٹر روک اپنی...

رام لال۔ کیا ہو گیا تجھے سوگندھی!

سوگندھی۔ (اپنے خیال میں)... چلا گیا... میرے منہ پر تھوک کر چلا گیا۔ مجھے پھٹکار کر دھتکار کر چلا گیا۔

رام لال۔ میرا وقت بھی خراب کیا سالے نے۔

سوگندھی۔ (اپنے خیال میں) اونہہ... یہ چھوکری لایا ہے تو... یہ چڑیل... یہ کیچھ ندر... اونہہ....

رام لال۔ چل۔ اب گھر چل۔

سوگندھی۔ اونہہ... دس روپے اور یہ چھوکری... پھر کیا بری کما ہے...

رام لال۔ چل اب ہٹا اس قصے کو۔

سوگندھی۔ رام لال ایک بار تو اس سیٹھ کو پکڑ کر میرے سامنے لے آ... ایک بار پھر وہ بیٹری کی روشنی میرے منہ پر مارے اور اونہہ کرے... میں اس کا منہ نوچ لوں، اس کے سر کا ایک ایک بال اکھیڑ ڈالوں، ٹانگوں سے پکڑ کر موٹر کے باہر گھسیٹ لوں اور دھڑا دھڑ پیٹے مارنا شروع کر دوں... جب تھک جاؤں... (ہانپنا شروع کر دیتی ہے) جب تھک جاؤں تو ... رونے لگ جاؤں....

رام لال۔ کیا ہو گیا تجھے!

سوگندھی۔ (روتی آواز میں) یہ سچ ہے کہ میرا وہ پہلا سا رنگ روپ نہیں رہا جب مجھے کوئی چھتا نہیں تھی اور میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی پر... پر میری جوانی بالکل تو نہیں ڈھل گئی... میں ایسی بری تو نہیں ہو گئی کہ لوگ میرے منہ پر تھوک دیں..

رام لال۔ تجھے برا کس نے کہا ہے۔

سوگندھی۔ (غصے کے ساتھ) تیرے اس موٹر والے سیٹھ نے (ایکدم گالی دیتے دیتے رک جاتی ہے)... جی چاہتا ہے ایسی گالی دوں۔ ایسی گالی دوں... پر گالی دینے سے کیا ہو گا... میرے سامنے ہو تو میں اس سے صرف ایک بات کہوں... کپڑے پھاڑ کر اس کے سامنے کھڑی ہو جاؤں۔ اور کہوں کہ... کیا کہوں کیا نہ کہوں... کچھ سمجھ میں نہیں آتا... میرے سارے سریر میں اس کی "اونہہ" نے ہلچل مچا دی ہے... (توقف)... میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا جو اس نے میرا اپمان کیا...

(موٹر کا انجن پھڑ پھڑاتا ہے ایک لحظے کیلئے)

سوگندھی۔ موٹر آ گئی...

رام لال۔ یہ تو سامنے والی دوکان کا بورڈ کھڑکا ہے... تیرے کان بج رہے ہیں۔

سوگندھی۔ (ہولے ہولے) میرے کان بج رہے ہیں... سچ مچ میرے کان بج رہے ہیں۔ مجھ میں کیا برائی ہے رام لال... بتا... میں نے آج تلک کسی بری شکل والے کو اپنے گھر سے دھتکارا ہے؟... میرے بستر پر۔ میرے ہاتھوں پر... میرے منہ پر لوگ تھوکتے رہے ہیں... مجھے گھن آتی تھی۔ پر میں نے کبھی ان کو معلوم نہیں ہونے دیا۔

رام لال۔ میں بھی میں چلا... (قدموں کی چاپ)

سوگندھی۔ موٹر ایک بار پھر آ جائے... صرف ایک بار... سیٹھ میرے منہ پر بیٹری کی روشنی مارے... مجھے دھتکارے... پر تھوڑی سی مہلت دے کہ میں اسے جواب دے

سکوں۔

سوگندھی۔ (خود ہی بولے مگر دوسرے ہی لہجہ میں ایسا معلوم ہو کہ اس کا ناطق وجود بول رہا ہے)... کیا جواب دے گی تو... ایک بار پھر آئے... ایک بار پھر آئے...
یہ کیا رٹ لگا رکھی ہے تونے... چل گھر چل... ٹھنڈے پانی کا ڈونگا پی اور بام مل کے سو جا... سیٹھ اور اس کی موٹر کی ایسی تیسی...

سوگندھی۔ (خود) سیٹھ اور اس کی موٹر کی ایسی تیسی... پم... پرزن۔

(موٹر کا انجن پھڑ پھڑاتا ہے)

سوگندھی۔ یہ کیا۔

سوگندھی۔ (اس کا ناطق وجود) کچھ بھی نہیں... تیرے کان بج رہے ہیں... چل گھر چل... پگلی... کسی کے کہنے سے آدمی برا تھوڑا ہی ہو جاتا ہے۔

سوگندھی۔ (خود، بات تو سچی ہے... کسی کے کہنے سے آدمی برا تھوڑا ہی ہو جاتا ہے۔

سوگندھی۔ (ناطق وجود) یاد ہے پچھلے کرسمس میں احمد آباد کا ایک بوڑھا تیرے پاس آکے ٹھہرا تھا — اس کا بٹوا کہیں گم ہو گیا تھا — تو نے اس کے دس روپے واپس کر دیئے تھے...

سوگندھی۔ (انتہائی بے چارگی کے ساتھ) اس سے کوئی کچھ سے کہہ دے سوگندھی — تو ہے ہی اچھی... چل اب گھر چل...

سوگندھی۔ (خود) چل۔ اب گھر چل...

(چند لمحات تک قدموں کی چاپ... دروازے کی کنڈی کھڑکھڑاتی ہے)

۵۲

سوگندھی۔ یہ تالا کس نے کھولا؟

(دروازہ کھولتی ہے)

سوگندھی۔ کون... مادھو۔

مادھو۔ (ہنستا ہے)... آج تو نے میرا کہا مان ہی لیا... مجھ کی پھر تندرستی کے لیے بڑی

اچھی ہوتی ہے (ہنستا ہے) ہر روز اسی طرح سیر کو جایا کرے تو تیری ساری سستی
یوں دور ہو جائے، یوں (چٹکی بجاتا ہے)..... وکٹوریہ گارڈن تک تو ہو
آئی ہو گی تو... کیوں؟ (ہنستا ہے)

سوگندھی۔ میں آج تیری راہ دیکھ رہی تھی۔

مادھو۔ (ہنستا ہے... ہنسے ہنسے تھوڑا سا چونک کر) میری راہ دیکھ رہی تھی تو
... تجھے معلوم تھا کہ میں آج آنے والا ہوں۔

سوگندھی۔ (مسکرا کر) میں نے رات تجھے سپنے میں دیکھا تھا... اٹھی تو کوئی بھی نہیں تھا
سوچی تو کہا چلو کہیں باہر گھوم آئیں... اور...

مادھو۔ (کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ) اور میں آ گیا... بھئی وہ کسی نے کہا ہے کہ دل کو دل سے
راہ ہے ایک دم ٹھیک ہے... یہ سپنا تو نے کب دیکھا تھا۔

سوگندھی۔ چار بجے ہوں گے۔

مادھو۔ اور میں نے... میں نے کتنے بجے دیکھا تھا... ہاں دو بجے... جیسے تو
پھولوں والی ساڑھی... ارے بالکل یہی ساڑھی پہنے میرے بازو میں
کھڑی ہے... تیرے ہاتھوں میں... کیا تھا تیرے ہاتھوں میں... ہاں تیرے
ہاتھوں میں روپوں سے بھری ہوئی تھیلی ہے۔

سوگندھی۔ تھیلی؟

مادھو۔ ہاں تھیلی... تو نے یہ تھیلی میری جھولی میں رکھ دی اور کہا "مادھو تو چنتا کیوں
کرتا ہے... ارے اتنا کیوں ہے، میرے پیسے کوئی دو ہیں"...
یہ سن کر اسوگندھی تیری جان کی قسم ایک دم ٹکٹ کٹا کے ادھر چلا آیا... کیا
سناؤں۔ بڑا الفڑ ہو گیا ہے بیٹھے بٹھائے ایک کیس میں پھنس گیا ہوں۔

سوگندھی۔ کیس؟... گھبرا کے جیل ویل کا تو ڈر نہیں۔

مادھو۔ بیس تیس روپے ہوں تو انسپکٹر کی مٹھی گرم کر کے چھٹکارا مل سکتا ہے۔۔۔
لیٹ جا آرام سے۔۔۔ تیرے پیر دبا دوں — پیر کی مالش نہ ہو تو تھکان ہو ہی جایا
کرتی ہے۔۔۔ ادھر میری طرف پیر کر کے لیٹ جا۔

سوگندھی۔ تو مٹھی چاپی چھوڑ مادھو۔۔ میرا تو دل دھک دھک کرنے لگا ہے۔ ساری
بات سنا مجھے۔ بیس تیس کیا سو پچاس بھی خرچ ہو جائیں تو کوئی بات نہیں —
واپس کب جائے گا تو۔

مادھو۔ دوپہر کی گاڑی ہے۔۔۔ زیادہ دینے کی ضرورت نہیں۔۔۔ پچاس میں
کام چل جائے گا۔

سوگندھی۔ سو لے جا۔

مادھو۔ تو؟

سوگندھی۔ ہاں ہاں۔۔۔ ادھر ہٹ مجھے اٹھنے دے۔

وقفہ

سوگندھی۔ پچاس ہیں کہتے نا تو نے۔

مادھو۔ (ہنستا ہے) تصویروں کے پیچھے چھپا کے رکھا ہے مال۔۔۔ (ہنستا ہے)
(سوگندھی کھل کھلا کے ہنستی ہے — تیز اور نوکیلی ہنسی)

مادھو۔ (گھبراہٹ کے ساتھ) کس کا فوٹو دیکھ کر تو ہنستی ہے اس زور سے۔

سوگندھی۔ اس کی۔۔۔ ہنسی پالٹی کے اس داروغہ کی۔۔۔ مادھو! ذرا تو بڑا تو دیکھ
اس کا۔ کہتا ہے ایک رانی مجھ پر عاشق ہو گئی تھی۔۔۔ (انتہائی نفرت کے ساتھ)
۔۔۔ اونہہ۔۔ (فریم کیل سمیت اکھاڑ لیتی ہے — پھر فرش پر دے مارتی ہے۔
شیشہ ٹوٹنے کی آواز) رانی بھنگن کچرا اٹھانے آئے گی تو یہ اس راجہ کو بھی
لے جائے گی اپنے ٹوکرے میں (میٹھی ہنسی)

مادھو۔ (کھسیانی ہنسی) ہی ہی ہی۔۔۔

سوگندھی۔ (دوسرا فریم کیل سمیت اکھاڑتی ہے) اس سالے کا یہاں کیا کام ہے۔۔۔
بھونڈے، شکل کا کوئی آدمی یہاں نہیں رہے گا۔۔۔ کیوں مادھو؟

(فریم زمین پر پٹک دیتی ہے)

مادھو۔ (کھسیانی ہنسی) ہی ہی ہی۔۔

سوگندھی۔ اور یہ گن چکر۔۔۔ اور۔۔۔

مادھو۔ (کھسیانی ہنسی)۔۔۔ میرا فوٹو۔

سوگندھی۔ (ایک فریم اکھیڑتی ہے پھر دوسرا)

مادھو۔ ہائیں!

(سوگندھی دونوں فریم فرش پر دے مارتی ہے)

مادھو۔ (ہنسنے کی کوشش کرتا ہے) اچھا کیا۔۔۔ مجھے یہ فوٹو پسند نہیں تھا۔

(ہنسنے کی کوشش کرتا ہے)

سوگندھی۔ (بالکل بدلے ہوئے لہجہ میں) تجھے اپنا فوٹو پسند نہیں تھا۔۔۔ یہ اپنی صورت
تو بہت پسند ہوگی۔

(مادھو ہنسنے کی کوشش کرتا ہے)

سوگندھی۔ یہ تیری پکوڑا ایسی ناک۔۔۔ یہ تیرا بالوں بھرا ماتھا۔۔۔ یہ تیرے سوجے
ہوئے نتھنے۔۔۔ یہ تیرے مڑے ہوئے کان۔۔۔ یہ تیرے منہ کی باس، یہ انگ
کا میل۔۔۔ بڑا سندر جوان ہے نا تو۔۔۔ پونے میں حوالدار ہے۔۔۔
مہینے میں دو تین دن میرے ہاں آتا ہے۔۔

مادھو۔ (بھڑک کر) سوگندھی۔۔۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو نے پھر اپنا دھندا شروع کر دیا ہے
۔۔۔ دیکھ اب کے تجھ سے آخری بار کہتا ہوں ـــــ مان جا میرا کہنا۔ نہیں تو پچھتائے گی

عزت آبرو کے ساتھ رہ —— اس مہینے کا خرچ پونا پہنچتے ہی تجھے منی آرڈر کر دوں گا —— کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا..؟

سوگندھی۔ اٹھارہ روپے بھاڑا ہے اس کھولی کا اور دس روپے بھاڑ ہے میرا!

(مادھو کے انداز میں) ... اور جیسا تجھے معلوم ہے ڈھائی روپے دلالی کے، باقی رہے ساڑھے سات —— رہے نا ساڑھے سات —— پگلے تیرا میرا ناطہ ہی کیا ہے، کچھ بھی نہیں —— بس یہ دس روپے ہیں جو تیرے میرے بیچ میں بج رہے ہیں —— آ۔ دونوں مل کر کوئی ایسی بات کریں کہ تجھے میری ضرورت ہو مجھے تیری —— کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا... یہ تیری ناک اتنی لال کیوں ہو رہی ہے اور یہ تونے اپنے بالوں کا کیا ستیاناس کر رکھا ہے۔——

مادھو۔ سوگندھی۔ میری ٹوپی....

سوگندھی۔ تو ٹوپی کہتا ہے اسے یہ تو چیتھڑا ہے... کتنی باس مارتا ہے۔ اٹھا کے باہر پھینک اس کو ——

(ٹوپی گرنے کی آواز)

مادھو۔ سوگندھی ——

سوگندھی۔ کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا... پرمیشور کا دیا ہوا بہت کچھ ہے پونے میں حوالداری چھوڑ —— کیا تجھے یہ دھندا کرتے لاج نہیں آتی ——

میرے یہاں عزت آبرو کے ساتھ رہ ... کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا؟

مادھو۔ سوگندھی ——

سوگندھی۔ سوگندھی کے بچے تو آیا کس لیے ہے یہاں.... ماں رہتی ہے تیری اس کھولی میں جو تجھے پچاس روپے چپکے سے دے دے گی۔ یا تو کوئی ایسا گبھرو جوان ہے جو میں تجھ پر عاشق ہو گئی ہوں۔ کمینے کتے مجھ پر رعب گانٹھتا ہے... بھنگ منگے تو

اپنے آپ کو سمجھ کیا بیٹھا ہے ــــ چور ـ اچکے ـ لفنگے ــــ شہدے ـ بدمعاش.

**مادھو** ـ (دب کر) سوگندھی ـ کیا ہو گیا ہے تجھے؟

**سوگندھی** ـ تیری ماں کا سر ...... اُلّو کے پٹھے تو ہوتا کون ہے مجھ سے یہ پوچھنے والا ــ نکل یہاں سے ... دور ہو جا میری نظروں سے ....

(کتا بھونکنا شروع کرتا ہے)

**مادھو** ـ م ....م .... میری ٹوپی ـ

**سوگندھی** ـ پڑی رہنے دے یہیں ـ خبردار جو تو نے اٹھائی .... تو پونا پہنچ میں اسے منی آرڈر کر دوں گی (ہنسنا شروع کر دیتی ہے ـ بے تحاشا ـ کتا اس ہنسی کا ساتھ دیتا ہے اور زور زور سے بھونکتا ہے ـ چند لمحات کے بعد بھونکتا بھونکتا وہ مائکروفون سے دور ہو جاتا ہے جیسے وہ مادھو کے پیچھے پیچھے باہر چلا گیا ہے ــــ سوگندھی کی تھکی ہوئی ہنسی کی آواز آتی ہے جو فوراً ہی سسکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے ـ سوگندھی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے)

**سوگندھی** ـ (سسکیوں کے ساتھ اپنے کتے کو پچکارتی ہے) پچ پچ پچ ... موتی ... آ ـ میرے جانی آجا .... آجا ... آ سو جائیں ....

(لوری کا میوزک شروع ہوتا ہے ... سوگندھی کتے کو لوری دیتی ہے ــ لفظ ادا نہیں کرتی صرف ہوں ہوں کر کے لوری کا انترہ اور استھائی گاتی ہے ــ آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ ـ)

# رندھیر پہلوان

| | |
|---|---|
| رندھیر پہلوان | آواز موٹی اور کرخت |
| ساوتری | زمیندار کی بھولی بھالی لڑکی —— آواز لرزاں |
| شامو | ساوتری کا چاہنے والا —— تیز مزاج جوان خیال۔ |
| زمیندار | ساوتری کا باپ۔ ریاکار اور چالباز |
| منیم | ______ |
| شامو کی ماں | ______ |
| تھانیدار | ______ |
| مادھو۔ | رندھیر پہلوان کا شاگرد۔ |

اور گاؤں کی تین چار لڑکیاں —— چار پانچ اکسٹرا۔

(ڈھور ڈنگروں کے ہانکنے کی آواز —— گھنگھروؤں کی جھنجھناہٹ
وغیرہ وغیرہ —— ہانکنے کے ساتھ یہ آواز بھی آتی ہے اے تجھے سانپ

کاٹے —— تیری ٹانگ ٹوٹ جائے . . . . ذیل کا گیت شروع ہو جس کے عقب میں گائے بیلوں کا ڈکرانے اور ان کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آواز آتی ہے )

گیت ۔

لئے ڈانگر ڈھور چرا —— چلو درسن کریں ہیر کے ۔

گھٹا گرج گرج کے آ رہی

بھر بھر کے پانی لا رہی

رہے بول پپیہے مور —— ہم چیلے رانجھے ہیر کے

نوٹ : جب گھٹا کا ذکر آئے تو عقب میں بجلی کے کڑکنے کی آواز پیدا کی جائے ۔

شامو ۔ (ایک لمبا سانس لیتا ہے ) ابھی تک آئی کیوں نہیں —— کہیں نظر ہی نہیں آتی —— من میں کیسے کیسے وہم اٹھتے ہیں —— (کسی گائے سے غصے میں ) اب تجھے سانپ کاٹے سیدھی ہو کے چل —— (پھر لمبا سانس لیتا ہے ) مسک بری بلا ہے —— مسک بری بلا ہے —— کہاں میں ایک گریب مجدور اور کہاں وہ گاؤں کے جمیدار کا بٹیا —— یہ بہت برا پھنسا ہے شامو بٹیا تو اس پریم کے چکر میں ——

( ساوتری کی تیز ہنسی کی آواز )

شامو ۔ (چونک کر) کون —— ساوتری

ساوتری ۔ (ہنستی ہے ) —— بہت برا پھنسا ہے تو اس پریم کے چکر میں (مصنوعی سنجیدگی کے ساتھ ) بہت برا پھنسا ہے —— یہی بات ہے نا شامو ۔ تو تو صاف کہہ دے تیری میری ٹوٹ گئی —— میں تو یہ پہلے ہی جانتی تھی کہ تو ایسا ہی کرے گا ۔

شامو ۔ یہ آج تو کس بات پر بگڑ بیٹھی ہے ارے بھئی سنا تو ہوتا ۔ میں کیا کہہ رہا تھا ۔

ہیں تو نصیب کی بات کہہ رہا تھا۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ تو ہمارے جمعدار کی بیٹی ہے۔
اور کیا یہ سچ نہیں کہ میں ایک غریب مجدور ہوں۔ (ہنستا ہے) ساوتری پریم کے پنتھ نیارے
ہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا —— چھوڑو ان باتوں کو آ چلیں۔

ساوتری۔ (بگڑ کر) آ چلیں —— تجھے پتہ بھی ہے کہ میں یہاں دو گھنٹے سے تیری راہ دیکھ
رہی ہوں۔ سچ مچ مرد بڑے وہ ہوتے ہیں —— میں نہیں چلوں گی۔ یہ بھی کوئی بات ہے کہ
تیرے لیے ہر روز مجھے باپو کی جھڑکیاں سہنی پڑیں تو تو چپکے سے اپنے گھر چلا جاتا ہے۔

شامو۔ جتنی جھڑکیاں تجھے اب تک ملی ہیں سب کی سب مجھے دے دے لے بس اب
خوش ہوئیں۔

ساوتری۔ نہیں شامو۔ اب میں چلتی ہوں —— بہت دیر ہو گئی اور پھر گھٹا چھا رہی ہے اگر
راستے میں برکھا شروع ہو گئی تو کیا ہوگا —— تجھے دیکھ لیا ہے بس آج یہی کافی ہے۔

ساوتری۔ جانے کو جی تو نہیں چاہتا پر کیا کروں۔ باپو کا ڈر بھی تو ہے۔ ان کو پتہ چل
گیا تو مار ہی ڈالیں گے —— ہاں تیرے سر میں کل درد ہو رہا تھا۔
اب کیا حال ہے۔

(چار پانچ لڑکیوں کی ہنسی کی آواز)

ایک لڑکی۔ (مصنوعی مردانہ آواز میں) اگر کچھ درد ہے تو سر دبا دے تو یوں چٹکیوں
میں آرام آ جائے گا۔

شامو۔ (گھبرا کر گائیوں کو ہانکتا ہے اور خود مضحکہ خیز انداز میں چلاتا ہے) —— اے تجھے سانپ
کاٹے —— تیری ٹانگ ٹوٹ جائے۔

دوسری لڑکی۔ ساوتری بیمار تیرے کا سر دبا دیا ہوتا۔۔۔ پر میں پوچھتی ہوں یہ مزا کیا
ہوتا ہے۔

تیسری لڑکی۔ اری شامو تو —— بڑی چالاک بنتی ہے —— سنا وہ موا تجھے

گالی دے گیا ہے۔

ساوتری۔ جھوٹ کیوں بکتی ہے۔ اس نے گالی کب دی ہے۔

پہلی لڑکی۔ دیکھ ساوتری۔ اگر اس موئے نے سچ مچ مجھے گالی دی ہے۔ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا ـــــ میں لحاج نہ کروں گی۔

ساوتری۔ اس نے تجھے گالی تھوڑے دی ہے ـــــ وہ تو اپنے دھیان میں جا رہا ہے۔

پہلی لڑکی۔ بنسری تو مجھے بتا۔ کیا کہا تھا اس نے؟

(دور سے شاموکی آواز آتی ہے) ـــــ اے تجھے سانپ کاٹے ـــــ تیری ٹانگ ٹوٹ جائے۔

تیسری لڑکی۔ یہی کہا تھا، جواب کہہ رہا ہے۔

ساوتری۔ بنسری تُو تو ایک الغتی ہے، جنگ کرائے گی ـــــ وہ اس کو تھوڑے کہہ رہا ہے۔ دیکھتی نہیں گائیں ہانک رہا ہے۔

پہلی لڑکی۔ لے، میں نے مان لیا ـــــ اب بتا اس شاموں کے ساتھ یہ میٹھی میٹھی باتیں کیا کر رہی تھی ـــــ ہمیں بتد و، کچھ بھی ہو۔ ساوتری نے اپنے لیے اچھا گبھر و چنا ہے۔

ساوتری۔ چل ہٹ۔ لاج تو نہیں آتی۔ ایسی باتیں کرتے۔

پہلی لڑکی۔ اوہو ـــــ بڑی آئی میری لاج والی۔

دوسری لڑکی۔ میں بھی کہوں کہ یہ روز گھاٹ کی طرف کیوں آتی ہے؟ ...

تیسری لڑکی۔ اس گوالے سے ملنے!

پہلی لڑکی۔ تو کیا ہوا ـــــ گوالوں کے پہلو میں دل نہیں ہوتا۔

(سب زور سے ہنستی ہیں ـــــ آہستہ آہستہ یہ ہنسی فیڈ ہو جائے)

(رندھیر پہلوان ہنستا ہے —— زور زور سے)

مادھو۔ اماں جانے دو استاد —— تمہارے پہلو میں دل نہیں پتھر ہے —— وہ کراری لونڈیا ہے کہ میں کیا کہوں؟

رندھیر۔ (ہنستا ہے) اچھا ہٹاؤ —— تم پانسہ پھینکو۔

مادھو۔ پھینکتا ہوں —— پر استاد کہیں میں نے دل کی بات ہے —— یہ سالا شامو قسمت کا دھنی ——

رندھیر۔ (غصے میں بات کاٹ کر) تم پانسہ پھینکتے ہو یا نہیں!

مادھو۔ (ڈر کر) یہی بات تمہاری مجھے اچھی نہیں لگتی —— ذرا سی بات پر گرجنے لگتے ہو —— لو، یہ پچیس دھرے پڑے ہیں۔

رندھیر۔ مادھو۔ یہاں دس اور پچیس پھینکتے ہیں —— لو یہ پچیس دیکھ لو۔ اور۔ اور یہ دس —— صدقے جائیے راجہ نل کے دس ہی آئے۔

مادھو۔ استاد، راجہ نل کو تو تم نے سدھ کر لیا۔ پر وہ لونڈیا ساوتری تم سے رام نہیں ہوئی۔

رندھیر۔ (غصے میں) کے بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ مادھو تم مجھے نہ چھیڑا کرو، ورنہ کسی روز تاؤ میں آ کر میں کچھ کر بیٹھوں گا پر تم ٹلتے ہی نہیں —— پہلوان آدمی ہوں ڈنٹر پیلتا ہوں۔ مگدر گھماتا ہوں، مجھے عشق سے کیا کام —— شرابی کبابی ہوں سرکار مجھے دس نمبریوں میں گنتی ہے کئی بار جیل ہو چکی ہے۔ عشق کیا خاک کروں گا —— ہاں سوچنے کی بات ہے۔

—— وقفہ ——

مادھو۔ تو چھوڑ اس قصے کو —— چلو ایک دو بازی اور چوسر کی ہو جائیں۔

رندھیر۔ (افسردگی کے ساتھ) . . . نہیں بھائی . . . بس اب کل ——

مادھو۔ چلیے!

رندھیر۔ ہاں بھئی اب اکھاڑے کی طرف جاؤں گا۔۔۔ آنا ہو تو ادھر آجائیو۔

—— وقفہ ——

(اس وقفے کے بعد رندھیر بھدّی آواز میں گانا شروع کرتا ہے:۔

دیوانہ بنانا ہے تو دیوانہ بنا دے
ورنہ کہیں تقدیر تماشا نہ بنا دے

(اس شعر کو لہر میں رندھیر کئی مرتبہ دہراتا ہے)

رندھیر۔ (اونچی آواز میں جیسے دور بیٹھے آدمی کو مخاطب کر رہا ہے)۔۔۔ دینو کاکا۔

دینو۔ سرکار ــــ کیا حکم ہے۔؟

رندھیر۔ لسّی بنائی؟

دینو۔ ابھی بنا دیتا ہوں۔

رندھیر۔ نہیں ــــ میں آج ہی پیوں گا۔

دینو۔ ادھر دوکان کی طرف تو آیئے پہلوان صاحب ــــ مزاج کیسے ہیں آپ کے؟ ہاں کل کی ہار جیت کیسی رہی۔؟

رندھیر۔ کیسی ہار اور کیسی جیت۔ مطلب شراب سے ہے سو وہ مل ہی جاتی ہے (گاتا ہوا چل دیتا ہے) دیوانہ بنانا ہے تو دیوانہ بنا دے۔۔۔ ورنہ کہیں۔

دینو۔ درباری لال کچھ سنا تم نے ــــ یہ رندھیر پہلوان گا رہا ہے ــــ (گانے کی آواز بہت دور سے آتی ہے)

درباری۔ بھئی واہ ــ کیا گلا پایا ہے۔ پر میں پوچھتا ہوں، آج اسے گانے کی کیا سوجھی ہے ــــ پہلے تو کبھی گانا یوں سوار نہیں ہوا تھا، پہلوان پر!

(رندھیر کے گانے کی آواز آتی ہے ــــ دیوانہ بنانا ہے تو دیوانہ بنا دے۔

ورنہ کہیں تقدیر ...)

(آہستہ آہستہ فیڈ کیا جائے۔)

(ساوتری پرُسوز دھن میں ذیل کا گیت گاتے)

تیرے بنا یہ دنیا ساری جہر دکھائی دے

گولی جیسا جگھم پڑا منے پھیر دکھائی دے

اب سوچ لیا لوں من میں

کیوں ڈالی جان بگھن میں

ان سیلی سیلی باتوں میں نہ کھیر دکھائی دے

تیرے بنا یہ دنیا ساری جہر دکھائی دے

(ساوتری گانے کے بعد ٹھنڈی سانس بھرتی ہے)

شامو کی ماں۔ ساوتری۔؟

ساوتری۔ (ڈر کر) کون ہے؟

شامو کی ماں۔ ڈر نہیں بٹیا ــــ میں ہوں شامو کی ماں!

ساوتری۔ کیا ہے ماتا جی؟

شامو کی ماں۔ ادھر آ میرے پاس ــــ گھبرا نہیں مجھے ساری باتوں کی خبر ہے۔ اسی لیے تو تیرے پاس آئی ہوں ــــ دیکھ ساوتری تیرا اور شامو کا کوئی جوڑ نہیں تو ایک دھنوان کی بیٹی ہے اور وہ ایک غریب مجدور ــــ

اس میں تیری ہی بدنامی ہے بٹیا ــــ اس کو سمجھاتی ہوں پر وہ پردوں پر پانی نہیں لیتا۔ مجھے کوئی بات ہی کرنے نہیں دیتا۔ اسی واسطے تیرے پاس آئی ہوں کہ تو سمجھدار ہے۔

ساوتری۔ ماتا جی۔ میں۔ میں ...

شاموں کی ماں۔ میں کہتی ہوں اگر تم دونوں نہ مانو گے تو جُرد. کوئی آچھت کھڑی ہو جائیگی
اس کا تو سر پھر گیا ہے۔ میں سنتی ہوں کچھ دنوں سے اس نے کسانوں کو جمعدار
جی کے خلاف اکسانا شروع کر دیا ہے ۔ میں تجھ سے کیا کہوں بٹیا میری جان
تو بڑے جو کھم میں پھنس گئی ہے ـــــ جب سے یہ بات سنی ہے میرا دل بتاشے
کی طرح بیٹھا جا رہا ہے۔ میرا کہا مان اور اس سے ملنا چھوڑ دے ـــــ
ساوتری۔ پر ماتا جی.... (رونا شروع کر دیتی ہے)... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں اس
سے ملنا کیسے چھوڑ سکتی ہوں ـــــ (سسکیاں).... آپ مجھ سے یہ کیوں کہتی
ہیں ـــــ میں ـــــ میں....
شاموکی ماں۔ بات سُن ـــــ ساوتری ـــــ ساوتری ـــــ ارے تو نے رونا
شروع کر دیا ہے ـــــ جرا ٹھیر تو ـــــ (اپنے آپ سے) ۔ بھاگ گئی۔ ۔
(پیروں میں پہنے ہوئے جھانجھنوں کی آواز ـــــ (وقفہ) ـــــ اس کے دوران
میں ساوتری کے چلنے کی آواز آتی ہے۔ آہستہ آہستہ ساتھ ہی ساتھ سسکیاں
بھی سنائی دیں)
ساوتری۔ (روتی آواز میں) میں اب کہاں جاؤں ـــــ کیا کروں ـــــ اب
کیا ہوگا ؟ ـــــ
(تھوڑے وقفے کے بعد گاتی ہے۔ وہ ٹھمری کی دھن میں۔)

تیرے بنا یہ دنیا ساری جہر دکھائی دے
گولی جیسا جوکھم پڑا منے پھر دکھائی دے
اب سوچ لیا یہ من میں
کیوں ڈالی جان الجھن میں
ان سیلی سیلی باتوں میں نہ کھیر دکھائی دے
تیرے بنا یوں دنیا ساری جہر دکھائی دے۔

(آہستہ آہستہ یہ گیت فیڈ کیا جائے)

زمیندار - آؤ پہلوان ــــ ادھر میرے پاس بیٹھ جاؤ ــــ

رندھیر - آپ نے مجھے بلایا تھا - کیا کام ہے -

زمیندار - ارے بھائی ذرا آرام تو کر لو - کام جب تک زندگی ہے ہوتے ہی رہیں گے (آواز دے کر) منیم جی ــــ منیم جی -

منیم - سرکار ــــ کیا حکم ہے ؟

زمیندار - رندھیر پہلوان کی - پچھلے مہینے اور اس مہینے کی تنخواہ تم نے ابھی تک کیوں نہیں دی ــــ یہ بہت بری بات ہے ــــ دیکھو آئندہ ایسی گڑ بڑ نہ ہو - ہاں تو ابھی لا کر پہلوان صاحب کو دے دے -

منیم - بہت اچھا سرکار -

پہلوان - زمیندار جی - کیوں آپ تکلیف کرتے ہیں ــــ آپ ہی کا تو کھاتا ہوں ــــ پھر لے لوں گا -

زمیندار - نہیں پہلوان - یہاں کوڑی کوڑی کا حساب کیا جاتا ہے ــــ تم کام کرتے ہو یہ پیسے مفت تھوڑی لیتے ہو ــــ ہاں تو یہ بتاؤ ــــ ہاں تو میں کیا بات کر رہا تھا ــــ بوتل منگواؤں ــــ وہ شراب کھچوائی ہے کہ تمہاری طبیعت صاف ہو جائے - منیم جی - وہ کل جو چار بوتلیں آئی تھیں ان میں سے دو پہلوان صاحب کی ہیں - کوئی اور اڑا کر نہ لے جائے -

رندھیر - اپنی کھچوائی ہے ــــ ؟

زمیندار - ہاں ہاں، خاص طور پر میں نے اپنے لیے کھچوائی تھی - بیچ میں کئی مصالحے بھی ڈلوائے ہیں - ہاں بھئی پہلوان - قصہ یہ ہے کہ اس شامو نے کچھ دنوں سے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا ہے ــــ کسانوں کو میرے خلاف اکسا رہا ہے جس سے

وصول کرنے میں مشکل پیدا ہو گئی ہے ۔۔۔ ہے تو بڑی معمولی سی بات پر
پر تم جانتے ہی ہو۔ اگر میں خاموش رہا ۔۔۔ تو دوسرے شیر بگڑ جائیں گے۔
کل نیم سے باتیں ہو رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ ہمارا پہلوان جو ہے وہ شامو کو
یوں چٹکیوں میں ٹھیک کر دے گا ۔۔۔ کیوں پہلوان۔ یہ تمہارے دائیں ہاتھ
کا کام ہے ۔۔۔

رندھیر۔ (خوش ہو کر ہنستا ہے) میں سمجھا تھا نہ جانے کتنا بڑا کام آپ اس بار میرے سپرد
کریں گے ۔۔۔ آپ کوئی چنتا نہ کریں ۔۔۔ شامو کی ساری اکڑ فوں میں دو۔
کر دوں گا ۔۔۔

زمیندار۔ دیکھا نیم، میں نے کیا تم سے جھوٹ کہا تھا ۔۔۔ خیر ۔۔۔ لو پہلوان ۔۔۔ یہ
تھوڑی سی نمونے کے طور پر پیو ۔۔۔ اتفاق سے باہر ہی پڑی تھی ۔۔۔

(انڈیلنے کی آواز ۔۔۔)

رندھیر۔ بس ۔۔۔ بس ۔۔۔ زمیندار جی بس ۔۔۔ آپ نے تو سارا گلاس بھر دیا۔

زمیندار۔ بھئی پہلوان، پینا تمہارا ہی حصہ ہے ۔۔۔ ہم تو تمہارے سامنے دودھ پیتے بچے
ہوئے ۔۔۔ گلاس تم سوڈے کے بغیر ایک گھونٹ میں خالی کر دو گے۔

رندھیر۔ زمیندار جی۔ اب وہ زمانے نہیں رہے ۔۔۔ کبھی پیا کرتا تھا ۔۔۔ اب تو
دل بہلاوا باقی رہ گیا ہے ۔۔۔ اب وہ دم خم نہیں رہے۔

زمیندار۔ پہلے تو مٹکے ہی خالی کرتے ہو گے۔

رندھیر۔ بڑی تیز ہے ۔۔۔ چھری کی طرح سینہ کاٹتی چلی گئی۔

زمیندار۔ تو ایک گلاس اور رہے۔

(انڈیلتا ہے)

رندھیر - زمیندار جی - اب وہ دم خم نہیں رہے - میں سچ کہتا ہوں - آج سے چھ برس پہلے اگر آپ نے رندھیر پہلوان کو دیکھا ہوتا تو . . .

زمیندار - (بات کاٹ کر) . . . لو پیو !

رندھیر - (غٹا غٹ پینے کے بعد) بس اس شامو ہی کو ٹھیک کرنا ہے یا کوئی اور کام بھی ہے ـــــ شراب کیا ہے خنجر ہے -

نیم - سرکار مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں شامو رندھیر کا دشمن نہ ہو جائے -

رندھیر - کیا کہا (ہنستا ہے) میرا دشمن ـــــ (ہنستا ہے)

زمیندار - تم بھی نرے کھرے بے وقوف ہو نیم ـــــ پہلوان کو سب گُر یاد ہیں - وہ سہرے سے اس کا صفایا ہی نہ کر دے گا -

رندھیر - ایک دو چھے کی مار ہے ـــــ ماں قسم (ہچکی لیتا ہے) ماں قسم ایک ڈانٹ بتاؤں تو مارے دہشت کے بے ہوش ہو جائے

زمیندار - بڑھائی نہیں چاہئے - روپے پیسے کا تم کچھ فکر نہ کرو - اگر کوئی ایسی بات ہو بھی گئی تو میں سب بندوبست کر دوں گا ـــــ پانسو روپیہ میں نے اس کام کے لیے الگ رکھ چھوڑا ہے - میرا مطلب یہ ہے کہ اگر چپکے سے یہ کانٹا نکال ہی دیا جائے تو کیا برا ہے -

(جوش بھرے ہجوم کی آوازیں)

شامو - میں جمعدار کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہوں - اگر اس کا بس چلے تو مجھے پھانسی پر لٹکوا دے - مگر وہ پاپی اس لیے ڈرتا ہے ـــــ اس کے سارے بھید چونکہ میں جانتا ہوں اس لیے وہ میری پرچھائیں سے بھی ڈرتا ہے ـــــ بھائیو میری بات یاد رکھو - جالم کبھی بہادر نہیں ہوتا - تم بالکل نہ گھبراؤ - وہ تمہارا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا ـــــ ہم اس سے بھیک تو نہیں مانگتے - ہم اس سے وہ چیزیں مانگتے

ہیں جو وہ ہم سے چھین چکا ہے۔ اس کی ڈانٹ ڈپٹ میں بالکل نہ آؤ اور ایسے ہی ڈٹے رہو۔ سرکار کے کانوں تک یہ بات پہنچ گئی تو سمجھو بیڑا پار ہے۔ اس کے ڈھول کا پول سارا کھل جائے گا۔

ایک آدمی۔ شامو بھیا، تم کو یہ بھی پتہ ہے کہ اس نے رندھیر پہلوان کو روپے پیسے کا لالچ دے کر ہمارے خلاف کر دیا ہے۔ کل شراب پی کر وہ تمہیں گالیاں دے رہا تھا۔

شامو۔ میں سب جانتا ہوں —— پر وہ ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ اس کتے کی پرواہ نہ کرو —— وہ جمعدار سے جیادہ پاپی ہے۔ اس کا نام نہ لو۔ میرے سامنے میرا کھون کھولنے لگتا ہے۔

(جھانجھ کی تیز آواز)

رندھیر۔ (سخت غصے میں) ... اس نے مجھے کتا کہا۔

مادھو۔ ہاں، ہاں، استاد، میں نے ان کانوں سے سنا ہے۔

رندھیر۔ اس نے مجھے کتا کہا —— اس نے رندھیر پہلوان کو کتا کہا —— اب اگر وہ پر لگا کر آسمان پر اڑ جائے تو میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ (اور زیادہ غصے میں) مادھو —— وہ تیرے استاد کو گالیاں دیتا گیا اور تو خاموش کھڑا رہا —— تو نے اس کی زبان گدی سے باہر نہ کھینچی —— لیکن کیا ہو —— میں ابھی جا کر اس کو مزا چکھاتا ہوں —— اس نے رندھیر پہلوان کو سمجھا کیا ہے۔

(جھانجھ کی تیز آواز)

(شامو کے گنگنانے کی آواز —— تھوڑی دیر گنگنانے کے بعد —— وہ یہ گیت شروع کرتا ہے۔)

گر کہہ دے تو منہ سے کہ میری ہے
تیری اتنی ہی بات بہتیری ہے
دیکھئے میں ہوں کھتری کا لڑکا
مرنے کا نہیں کرتا دھڑکا
میں ترا کا توں رات اندھیری ہے . . .

رندھیر - تو کھڑا یہاں کیا ٹرا رہا ہے - ؟
شامو - اوہ رندھیر پہلوان ـــــ کیوں میرا گانا پسند نہیں آیا ـــ
رندھیر - میں پوچھتا ہوں یہاں جھاڑیوں کے پیچھے تو اکیلا کھڑا کیا کر رہا ہے -
شامو - گا رہا تھا ـــ اب تیرا منہ دیکھ رہا ہوں ـــــ
رندھیر - تو کھتری کا لڑکا ہے نا ـــ مرنے مارنے سے تو بالکل نہیں ڈرتا ـــــ (طنز سے) کھتری کا لڑکا جو ہوا -
شامو - جا - اب راستہ پکڑ ـــ بہت باتیں کر چکا -
رندھیر - یہ میرے ہاتھ میں تجھے لاٹھی نظر آ رہی ہے کہ نہیں -
شامو - تو لڑنا چاہتا ہے تو لڑ - یہ ہیرا پھیری کیا کرتا ہے -
رندھیر - تجھ سے کیا لڑوں گا ـــ یہ ایک لاٹھی تیرے سر پر مار دوں تو زمین میں گھٹنوں تک گڑ جائے -
شامو - تیری لاٹھی اٹھنے سے پہلے اگر . . .
رندھیر - لے سنبھل جا (لاٹھی اٹھانے کی آواز ـــ پھر زور کی چیخ) کون . . . . اُف ـــ (سنبھل کر) . . . . ساوتری ـــ
ساوتری - شامو ـــ یہ میں نے کیا کر دیا ـــ اب کیا ہو گا ؟
رندھیر - ساوتری نے تو میرا ماتھا لہو لہان کر دیا ہے ـــ یاد رکھو اس کی سزا

تجھے بھگتنی پڑے گی۔ شامو تجھ سے میں پھر نپٹ لوں گا۔ ساوتری بیچ میں آگئی

ورنہ آج میں نے تمہارا کچومر نکال دیا ہوتا۔

(رندھیر کے جانے کی آواز)

ساوتری۔ (ڈرے ہوتے لہجے میں بالکل آہستہ) چلا گیا، پر مجھے ڈر ہے وہ پھر آئے گا۔

اور تجھے مارے گا۔

شامو۔ دیکھا جائے گا ——— تو اپنی بالٹی اٹھا

ساوتری۔ میں ان جھاڑیوں کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ جب اس نے تم پر وار کرنے

کے لیے لاٹھی اٹھائی تو بالٹی اپنے آپ میرے ہاتھ سے نکل گئی ——— شامو،

اس کو بہت گہری چوٹ آئی ہے ——— وہ مجھ سے ضرور بدلہ لے گا ———

ہائے اب کیا ہوگا ———

(روپوں کی چھنا چھن)

زمیندار۔ آؤ ——— آؤ پہلوان آؤ ——— منیم ——— یہ ڈھیری اٹھا لو۔ باقی حساب پھر

کریں گے ——— آؤ یہاں بیٹھ جاؤ ——— ارے یہ تمہارے ماتھے کو کیا

ہوا ہے۔

رندھیر۔ کچھ بھی نہیں!

زمیندار۔ کچھ بھی نہیں کیسے ——— یہ پٹی پھر کیوں باندھ رکھی ہے۔

رندھیر۔ چوٹ آ گئی ہے۔

زمیندار۔ کیسے؟

رندھیر۔ کل شامو سے ذرا جھڑپ ہو گئی تھی۔

منیم۔ اور اس نے تمہیں گھائل کر دیا ——— ہمیں کیوں بنا رہے ہو پہلوان؟

رندھیر۔ اس نے مجھے گھائل نہیں کیا۔

زمیندار۔ تو پھر کس نے کیا — تم مجھے بتاؤ، وہ کون ہے؟

رندھیر۔ اب میں آپ سے کیا کہوں — یہ — یہ — بات یہ ہے کہ چوک مجھ سے ہی ہوئی — میں اپنے — میں اپنے دھیان میں رہا اور اس نے وار کر دیا۔

ملیم ۔ کس نے؟

رندھیر۔ سا — سا — (بدل کر) شامو نے — لیکن کیا ہوا۔ آج پھر دو دو ہاتھ ہو جائیں گے۔

زمیندار۔ لیکن بھئی رندھیر، لوگ باگ سنیں گے تو کیا کہیں گے کہ پہلوان نے اس کل کے لونڈے سے . . .

ملیم ۔ پر زمیندار جی پہلوان بچہ تھوڑی ہے اس نے سب بندوبست کر لیا ہو گا۔

زمیندار۔ مزا تو جب ہے کہ رندھیر اپنی بدنامی سے پہلے ہی اس کا صفایا کر دے — نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری — کیوں ملیم؟

ملیم ۔ باون تولہ اور پاؤ رتی کی بات کہی ہے۔

زمیندار۔ اور مجھ سے جس قسم کی امداد لینا چاہے۔ میں دینے کو تیار ہوں — پانسو روپیہ دیتا ہوں — چپکے سے اپنا کام کیجئے اور کسی دوسرے شہر چلا جائیے۔

ملیم ۔ اور جب معاملہ ٹھنڈا ہو جائے تو پھر واپس چلا آئے۔

رندھیر۔ روپے پیسے کی بات چھوڑیئے — میں آپ کا کام کر دوں گا، زمیندار جی۔ اور بہت جلد کر دوں گا — ایک آدمی مارنا کوئی کٹھن کام نہیں — میں کچھ اور ہی سوچ رہا تھا پر اب فیصلہ کر لیا ہے کہ شامو زندہ نہ رہے گا۔

زمیندار۔ ا[illegible] رندھیر کام ایسے ہو کہ [illegible] کانوں کان خبر نہ ہو — میر[illegible] ہے۔ ک . . .

(اس فقرے کا آخری حصہ فیڈ کر دیا جائے)

ساوتری ذیل کا گیت گاتی ہے۔

ایک نجر دیکھ پیا کو برسوں ترسی ہوں۔

برکھا میں جو کالی بدریا

رو رو برسی ہوں

آس ملن کی جی کا سہارا

دھیان میں کس دن روپ تمہارا

سمجھاتے کوئی مجھ دکھیا کو

درس پیا کو ترسی ہوں۔

رندھیر۔ (موٹی آواز میں)... ساوتری...

ساوتری۔ (ڈر کر چیختے ہوئے).... اوئی — کون — ؟

رندھیر۔ میں — رندھیر پہلوان جس کا ناستا کل تو نے گھائل کیا تھا۔ یاد رہے میں نے اس وقت کیا کہا تھا؟

ساوتری۔ (سہم کر) مجھے ماپھ کر دو رندھیر — مجھے ماپھ کر دو — مجھے بکھس دو —

رندھیر۔ (ہنستا ہے) کیوں ڈر گئیں۔

ساوتری۔ (لرزاں آواز میں) ہاں!

رندھیر۔ ٹھیر جا — جاتی کہاں ہے —۔ بدلہ لیے بنا میں تجھے بالکل نہیں چھوڑوں گا۔ تو نے سمجھا کیا تھا مجھے — رندھیر پہلوان ہوں — رندھیر پہلوان خون پی جایا کرتا ہوں۔

ساوتری۔ (بہت زیادہ سہم کر)۔ مجھے ماپھ کر دو۔

رندھیر- کیوں معاف کردوں ـــــ کیا تو نے میرا ماتھا زخمی نہیں کیا ـ ؟
(رعب دار آواز میں) میں بدلہ لیے بنا تجھے کبھی نہیں چھوڑوں گا ـــ . تو
نے میرا ماتھا زخمی کیا ہے اس پر پٹی باندھیں گے ـــــ
بول باندھے گی پٹی ؟

ساوتری- باندھوں گی پہلوان !

رندھیر- تو اپنی اوڑھنی سے کپڑا پھاڑ اور پٹی بنا کر میرے ماتھے پر جلدی باندھ ورنہ . . .
(کپڑا پھاڑنے کی آواز)- چل باندھ ـــ کھڑی سوچتی کیا ہے ؟

ساوتری- پہلوان تم بیٹھ جاؤ تو میں باندھوں ـــ یوں میرا ہاتھ نہیں پہنچے گا ـــ
(رندھیر پہلوان ہنستا ہے)

رندھیر- لے بیٹھ جا-
(وقفہ ـــ پٹی باندھی جاتی ہے)

ساوتری- اب میں جاؤں ـــــ پٹی میں نے باندھ دی ہے -

رندھیر- پھونک بھی مار دو ـــ
(پھونک مارنے کی آواز)

ساوتری- جاؤں ؟ ـــــ اب جاتی ہوں -

رندھیر- بھاگتی ہے ـــــ ٹھیر جا- بھاگتی کہاں ہے ؟

ساوتری- چھوڑ دے ـــ چھوڑ دے مجھے ـــ چھوڑ دے ـــ رندھیر چھوڑ دے
میری کلائی ـــــ میری چوڑیاں ٹوٹ جائیں گی ـــــ

رندھیر- کہاں گئی تیری وہ چلبلاہٹ ـــــ ایکسمرد ماددں -

ساوتری- میری کلائی ٹوٹ جائے گی رندھیر (درد کے باعث چلاتی ہے) چھوڑ دے
چھوڑ دے مجھے- (رونا شروع کر دیتی ہے) پرماتما کرے نہ رہے، تو اس

دنیا کے تختے پر، کیڑے چلیں تیرے بدن پر ـــــ کھڑے کا کھڑا زمین میں سما ـ!

رندھیر ۔ (ملامت آمیز لہجے میں) ساوتری ـــــ ساوتری

ساوتری ۔ (روتے چلی جاتی ہے) پرماتما کرے تجھ پر بجلی گرے ـــــ تیری جوانی ٹوٹے۔ جس طرح تو نے میری کلائی مروڑی ہے ـــــ پرماتما کرے تیری گردن مروڑی جائے ۔ (زیادہ شدت سے روتی ہے)

رندھیر ۔ (پچکارنے کے انداز میں) نہ رو ـــــ نہ رو ساوتری نہ رو ـــــ تو روتی ہے تو میرے دل کو بڑا دکھ ہوتا ہے ـــــ میں نے تجھ سے مذاق کیا تھا۔ میں بھلا تجھے تکلیف پہنچا کر خوش ہوا ہوں ـــــ نہ رو ـــــ نہ رو ساوتری نہ رو ـــــ لے مجھے مارے ـــــ لے یہ پتھر لے اور سر پر دے مار میں سچ کہتا ہوں میں نے تو تجھے یونہی چھیڑا تھا ـــــ میں ـــــ میں تجھ سے پریم کرتا ہوں ـــــ

ساوتری ۔ (رونا بند کر کے) ـــــ کیا کہا ـــــ تجھ جیسے پاپی کو پیار کرنے کا کیا ادھیکار ہے ۔

رندھیر ۔ نہیں ساوتری ـــــ میں تجھ سے پریم نہیں کرتا ـــــ (ہنستا ہے) ۔ میں تجھ سے کیسے پریم کر سکتا ہوں ـــــ میں بڑا ظالم بڑا پاپی ہوں تو ٹھیک کہتی ہے ـــــ میں ـــــ میں کچھ نہیں ـــــ میں بے وقوف ہوں ـــــ مجھے معاف کر دے ـــــ

(ساوتری کی ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز فیڈ آوٹ)

(شرابیوں کا شور و غوغا)

ایک شرابی ۔ مادھو کہہ رہا تھا ۔ استاد اسک لٹا رہا ہے، اسک ۔ ۔ ۔

(ایک شرابی کے گانے کی آواز آتی ہے ـــــ اسک کی مجبوریاں لاچاریاں

مادھو۔ استاد کا اسک بھی گرانڈیل اسک ہو گا ۔ ۔ ۔

رندھیر۔ (افسردگی آمیز سنجیدگی کے ساتھ) استاد کیا عشق کرے گا ــــ مادھو پاپی کو پریم کرنے کا ادھیکار نہیں ــــ میں بڑا پاپی ہوں، بڑا ظالم ہوں ــــ میں پریم نہیں کر سکتا ۔ ۔ ۔ تو نے ایک بار کہا تھا اور سچ ہی تو کہا تھا کہ استاد تیرے پہلو میں دل نہیں، پتھر ہے ۔

مادھو۔ میں نے تو ایسے ہی کہا تھا۔ ورنہ سچی بات تو یہ ہے کہ استاد تیرے پہلو میں بڑا ہی نرم دل ہے ۔

رندھیر۔ نہیں تو جھوٹ کہتا ہے ــــ میرے پہلو میں دل نہیں پتھر ہے ــــ ایک بار پھر کہہ استاد تیرے پہلو میں دل نہیں پتھر ہے ــــ (ہنستا ہے) ۔ پتھر ۔ ۔ پتھر ۔ ۔ پتھر ہی تو ہے لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی پریم کرتا ہے تو اس میں میرے باوا کا کیا جاتا ہے ــــ میں اس کو نہیں ماروں گا ــــ زمیندار جانے اور اس کا کام جانے ۔

مادھو۔ کہاں چلے استاد۔ میں نے ابھی ادھیا منگوائی ہے ــــ بیٹھ جاؤ۔

رندھیر۔ میں زمیندار سے ملنے جا رہا ہوں ــــ ایک ضروری کام ہے ابھی آتا ہوں ۔

(قدموں کی آواز جو آہستہ آہستہ فیڈ ہو جائے)

---

زمیندار۔ منیم تم نے بات تو ٹھیک کہی ہے۔

(حقہ پیتا ہے)

منیم ۔ سرکار میں نے اپنے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے ۔ سوچنے کی بات ہے کہ رندھیر اگر پکڑا جائے اور تھانے میں یہ کہہ دے کہ مجھے زمیندار نے شامو کو قتل کرنے کے لیے کہا تھا تو بیٹھے بٹھائے ایک اور مصیبت کھڑی ہو جائے ۔

زمیندار۔ تو اس کا علاج بڑا سہل ہے۔

منیم ۔ وہ کیا؟

زمیندار۔ شامو کو رندھیر مارے اور رندھیر کو کوئی اور صاف کر دے ــــ یا
پھر یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو زیادہ شراب پلادی جائے اور جب وہ بیہوش
ہو جائے تو اسے اٹھوا کر ریل کی پٹری پر رکھ دیا جائے ــــ (ڈر کر)
منیم یہ آواز تم نے سنی۔

منیم ۔ نہیں تو۔

زمیندار۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باہر دروازے کے پیچھے کوئی کھڑا تھا۔۔۔

منیم ۔ جی نہیں ــــ آپ کو ایسے ہی وہم ہوا ہے۔

زمیندار۔ (حقے کے چھوٹے چھوٹے کش لیتا ہے)۔۔۔ لیکن کبھی ڈر لگتا ہے۔

(حقے کی گڑگڑاہٹ ۔ فیڈ آوٹ)

---

ایک دم ہجوم کا شور بلند ہوا جس پر ذیل کے ٹکڑے سپر امپوز کیے جائیں۔

الف : راموبھیا سنا تم نے ۔ جمعدار جی کا کھون ہو گیا۔

ب : کھون ہ ــــ جمعدار جی کا کھون؟

ج : جمعدار جی کا کھون ہو گیا ــــ شامو کو پکڑ کر تھانے لے گئے ہیں۔

د : جس بات کا مجھے کھٹکا تھا آکر وہی ہوئی ــــ میں نہ کہتا تھا کہ شامو کا
گسہ ایک دن ضرور رنگ لائے گا۔

ل : چلو۔۔۔ چلو۔۔۔ اٹھو تھانے میں چلتے ہیں۔ شامو کو پکڑ کر وہیں لے گئے ہیں۔

م : لاش باہر کھیتوں میں پڑی تھی اور شامو اس کے سرہانے کھڑا تھا کہ ادھر سے
تھانیدار صاحب جو دورے سے واپس آ رہے تھے اُدھر آ نکلے۔

ل : ضرور پھانسی ہو جائے گی۔

و : پر شامو کہتا ہے میں نردوش ہوں۔

وتری۔ (روتے روتے) شامو — شامو — تو منہ سے بولتا کیوں نہیں — کہتا کیوں نہیں کہ میں نردوش ہوں — تو نے میرے باپو کو نہیں مارا — تو میرے باپو کو کیسے مار سکتا ہے (بلند آواز میں) شامو نردوش تھا نیدار جی شامو نردوش ہے۔

شامو کی ماں۔ شامو بیٹا (پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے) میں تجھے روکتی رہی پر بیٹا تو نے میری ایک نہ سنی۔

شامو۔ میں بالکل نردوش ہوں ماں۔

ایک آدمی۔ پھر جمعدار جی کا خون کس نے کیا ہے؟

ہجوم کا شور بند ہو جائے۔ رندھیر کا بلند قہقہہ سنائی دے۔

رندھیر۔ (نشے کی حالت میں) چلو، دنیا سے ایک پاپی کم ہوا — ریل کے نیچے اگر اس کی لاش کچلی جاتی تو مزہ آجاتا — (ہنستا ہے) بڑا چالاک بنا پھرتا تھا۔ (آواز دیتا ہے) لالہ کشوری مل — اے لالہ۔

کشوری مل۔ (دور سے آواز آتی ہے) آیا پہلوان . . . بولو کیا حکم ہے۔؟

رندھیر۔ آج تمہاری شراب کو کیا ہو گیا ہے — معلوم ہوتا ہے بیچ میں پانی ملا دیتے ہو

کشوری مل۔ نہیں استاد۔ تمہیں تو خاص طور پر خالص چیز دیتا ہوں۔

رندھیر۔ ہٹاؤ — ایک بوتل اور بھیج دے — سنو تو آج ٹھیکہ خالی خالی کیوں نظر آتا ہے۔

کشوری مل۔ زمیندار جی کا قتل ہو گیا ہے۔ سارا گاؤں تو تھانے میں بیٹھا ہے شامو پکڑا گیا ہے نا۔

رندھیر۔ (زور زور سے ہنستا ہے) کوئی مرے کوئی جیے میری بلا سے ـــ لاؤ۔
بوتل لاؤ ـــ یہ تو ختم ہو گئی ہے۔
(غٹا غٹ پینے کی آواز ـــ پھر ہونٹ چاٹنے کی آواز۔)

رندھیر۔ (اپنے آپ سے) پانسو روپیہ دیتا تھا دوسرے کو مارنے کے لیے۔
(ہنستا ہے)... واہ رندھیر پہلوان تمہارے کیا کہنے ـــ
(ساوتری کا داخلہ)

ساوتری۔ رندھیر ـــ (گھبراہٹ میں) رندھیر ـــ رندھیر کہاں ہے؟
(یہ آواز دور سے آئے)

رندھیر۔ (چونک کر) کون۔

ساوتری۔ رندھیر ـــ رندھیر پہلوان ـــ

رندھیر۔ کون؟ ساوتری ـــ ساوتری تو یہاں کیا کرنے آئی ہے ـــ جا
جا چلی جا یہاں سے ـــ یہ جگہ یہ جگہ ـــ جا یہ جگہ بہت بری ہے۔
یہاں برے آدمی آتے ہیں ساوتری ـــ جا چلی جا یہاں سے۔

ساوتری۔ رندھیر... (رونا شروع کر دیتی ہے)

رندھیر۔ کیا ہوا ـــ کیا ہوا ساوتری ـــ تو روتی کیوں ہے؟

ساوتری۔ وہ شامو کو پکڑ کر تھانے لے گئے ہیں ـــ کہتے ہیں اس نے بابو کو
مارا ہے ـــ

رندھیر۔ تو اس نے مارا ہوگا۔

ساوتری۔ یہ جھوٹ ہے ـــ بالکل جھوٹ ہے ـــ اس نے میرے
باپو کو نہیں مارا ـــ وہ بالکل نردوش ہے ـــ وہ مجھے ملنے کے
لیے کھیتوں میں جا رہا تھا کہ راستے میں اسے لاش پڑی دکھائی دی۔ بس

اس کا اتنا ہی دوش ہے (روتی ہے) . . . . رندھیر میں مر جاؤں گی ۔

رندھیر ۔ ہائیں یہ تو کیسی بات منہ سے نکال رہی ہے ۔

ساوتری ۔ (جذبات کی رو میں) نہیں میں زہر کھا کے مر جاؤں گی ۔ ــــ اگر شامو کو کچھ ہو گیا تو ــــ تو (زیادہ شدت سے رونا شروع کر دیتی ہے ۔)

رندھیر ۔ نہ رو ساوتری ــــ نہ رو ــــ تو زندہ رہے گی ــــ تجھے زندہ رہنا ہوگا ۔ تو گھر چل ــــ میں جا کے دیکھتا ہوں ــــ تھانے میں کہ بات کیا ہے ــــ چل تو گھر چل ــــ پچ پچ تو تو پگلی ہے ــــ بیکار اپنی جان ہلکان کر رہی ہے ــــ چل ــــ

(قدموں کی چاپ ــــ فیڈ آوٹ)

(ہجوم کا شور ــــ ذیل کا مکالمہ اس پر سپر امپوز کیا جائے) شور کی آواز اونچی ہو جاتے ــــ رندھیر کی آمد کے باعث ۔

ایک لڑکی ۔ شامو کی ماں ۔ رندھیر ۔

شامو کی ماں ۔ رندھیر ۔

ایک آدمی ۔ واہ پی رکھی ہے ــــ جھوم رہا ہے ۔

دوسرا آدمی ۔ سیدھا تھانیدار کی طرف جا رہا ہے ۔

تھانیدار ۔ (رعب دار آواز میں) رندھیر ــــ رندھیر باہر کھڑے رہو ــــ سنتے ہو کہ نہیں ــــ باہر کھڑے رہو ۔ عبدالرحمٰن تم اس کو روکتے کیوں نہیں ــــ ؟

رندھیر ۔ خبردار جو کسی نے مجھے ہاتھ لگایا ۔

تھانیدار ۔ تم نے تو اسے ــــ بولو کیا کہنا ہے ؟

رندھیر ۔ کچھ نہیں ۔ میں دیکھنے آیا تھا کہ زمیندار جی کو کس نے قتل کیا ہے ۔

تھانیدار۔ یہ میرا حاکم بنا کر تمہیں کس نے بھیجا ہے ــــ خیر ــ قاتل کو دیکھنا ہے ــ دیکھ لو ــ وہ تمہارے سامنے کھڑا ہے ــ

(رندھیر زور سے قہقہہ بلند کرتا ہے)

تھانیدار۔ اب جاؤ۔ زیادہ گڑبڑ نہ کرو ــ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔

رندھیر۔ (قہقہے کے ساتھ)... شامو ــ اس نے زمیندار کو مارا ہے۔ (ہنستا ہے) تھانیدار صاحب (ہنستا چلا جاتا ہے)۔ تھانیدار صاحب۔ آپ نے غلط آدمی کو پکڑ لیا ہے۔

تھانیدار۔ رندھیر۔ زیادہ بکواس نہ کرو ــ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔

رندھیر۔ (ہنستا ہے)... میں کہتا ہوں تھانیدار صاحب جس آدمی نے آج تک چڑیا تک نہیں ماری وہ ایک آدمی کو جان سے کیسے مار سکتا ہے؟

شامو۔ اڑا لے میری ہنسی ــ اڑا لے میری ہنسی۔

رندھیر۔ (ہنستا ہے) ارے کبھی میں نے جھوٹ تھوڑی کہا ہے ــ (ہنستا ہے) ... تھانیدار صاحب، میں سچ کہتا ہوں شامو نردوش ہے ــ ایسا ڈرپوک اور بزدل کبھی قاتل نہیں ہو سکتا۔ قتل وہ کر سکتا ہے جس کے بازوؤں میں شکتی ہو ــ یہ مردار بھلا کسی کو کیا مارے گا۔

(شور کی آواز بلند ہو کر دھیمی ہو جائے)

ایک آدمی۔ (دور سے آواز آتی ہے) تھانیدار صاحب اس سے پوچھئے اگر شامو نے جمعدار جی کو نہیں مارا تو پھر کس نے مارا؟

رندھیر۔ تو مجھ سے پوچھ، تھانیدار سے کیا پوچھنے کو کہتا ہے ــ تھانیدار کیا میرا خدا ہے۔ سن لے ــ زمیندار کو میں نے مارا ہے ــ ان ہاتھوں سے میں نے اس کا کام تمام کیا ہے ــ ان ہاتھوں سے ــ دیکھیے

... اب شامو کے ہاتھ بھی دیکھ — بتا قتل کون کر سکتے ہیں۔ (تھانیدار سے)

... تھانیدار صاحب ہتھکڑی کھول کر مجھے پہنا دو۔

(شور زیادہ ہو جاتا ہے)

شامو کی ماں۔ میرا بچہ — ساوتری — ساوتری شامو نردوش ہے۔

ساوتری۔ رندھیر — رندھیر —

رندھیر۔ (ہنستا ہے) ... ساوتری۔ میں نے تجھ سے کہا نہیں تھا کہ گھر چل کے بیٹھ، تو یہاں کیا کرنے آئی ہے — جا چلی جا یہاں سے۔

ساوتری۔ (آواز بھرا جاتی ہے) رندھیر ——— رندھیر تم بہت اچھے آدمی ہو۔

رندھیر۔ (غمزدہ ہنسی کے ساتھ) نہیں ساوتری — میں بڑا ظالم بڑا پاپی ہوں — مجھے پریم کرنے کا کوئی ادھیکار نہیں — میرے پہلو میں دل نہیں پتھر ہے۔

(ساوتری کی سسکیوں کی آواز۔ فیڈ آؤٹ)

---

# ماچس کی ڈبیا

ڈیڈی۔ (گہرا سانس لے کر) تو اب مجھے اس کمرے میں رہنا ہو گا۔۔۔ کیا کہتے ہیں بمبئی کی
زبان میں ایسے کمرے کو۔
پال۔ کھولی۔
ڈیڈی۔ کتنا واہیات نام ہے۔۔۔ غربت کی توہین ایسے ہی بدنما ناموں سے تو ہوتی ہے
۔۔ کھولی۔۔۔ یعنی جس نے چاہا کھول لی۔۔۔ مجھ غریبی سے اتنی وحشت نہیں
ہوتی جتنی غربت ظاہر کرنے والی چیزوں سے ہوتی ہے۔۔۔
پال۔ جناب یہ فلسفہ بگھارنے کا وقت نہیں، پہلے آپ اپنا سامان ٹھکانے سے رکھ لیجئے
۔۔۔ رات آرہی ہے۔۔۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے پاس تاریکی دور کرنے
کے لیے کوئی بھی چیز نہیں۔
ڈیڈی۔ چھوڑ دیا اس سامان کو۔۔۔ مجھے کون سا محل سجانا ہے۔۔۔ جو چیز جہاں رکھ

دی گئی ہے، ٹھیک ہے ... تم تاریکی اور روشنی کی باتیں کرتے ہو۔ میں ان دونوں میں امتیاز کرنا ہی بھول گیا ہوں ... مجھے تو دن کا اجالا تاریک نظر آتا ہے اور رات کو اندھیرا روشن، دن کو شہر کے ہنگامے میں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ لیکن رات کو میں اپنے دل کی ہر بات پڑھ لیتا ہوں۔

پال ۔ قصہ کیا ہے، آج تم بہت شاعری کر رہے ہو۔

ویدی ۔ شاعری (ہنستا ہے) اگر جو کچھ میں نے کہا ہے، شاعری ہے تو میرا خیال ہے کہ شاعر بڑے تیرہ بخت انسان ہوتے ہوں گے ... پال! تم نے کبھی محبت کی ہے؟

پال ۔ یہ محبت کا سوال تم بیچ میں کیا لے آئے؟

ویدی ۔ پال تم سے بڑی سنجیدگی کے ساتھ پوچھ رہا ہوں؟

پال ۔ اماں ہٹاؤ اس سنجیدگی کو ... میں کیا جانوں محبت کیا بلا ہے؟

ویدی ۔ تو میری طرح تمہارا دل بھی محبت کا پیاسا ہے؟ ... پال ... میں نے لوگوں سے سنا ہے اور کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک شے جسے محبت کے نام سے پکارتے ہیں دل کی لطیف ترین غذا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟

پال ۔ میرے دل کا ہاضمہ درست ہے مجھے کبھی اس لطیف ترین غذا کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ... تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، نہ جانے تمہارے دل میں یہ محبت کا خیال کب اور کس وقت اندر چلا گیا ... مجھے تو کام دھندوں سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ اس بارے میں کچھ سوچوں، تم خود ہی غور کرو، مل کے اندر مشینوں کی دیکھ بھال کروں۔ ان کے پرزوں میں تیل دوں یا تمہاری اس محبت کو دماغ میں لے کر بیٹھ جاؤں ---؟

ویدی ۔ پال تمہیں فوراً کسی ڈاکٹر سے اپنا علاج کرانا چاہئے ... مشینوں کے اندر رہ کر تم خود لوہا بن گئے ہو ... تم باتیں تو یوں کرتے ہو گویا تمہارے پہلو میں دل کی

بجائے برف کا ڈھیلا ہے جس پر کوئی نقش بیٹھ ہی نہیں سکتا... عورت کو دیکھ کر جس مرد کا دل اپنے لیے ایک رفیق ڈھونڈنے کا خیال پیدا نہ کرے اسے سینے سے باہر پھینک دینا چاہیے۔

پال ۔ اب میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ میرا دل سینے سے باہر نکالنا چاہتے ہیں یا اس کے اندر کسی رفیق کو ڈھونڈنے کا خیال پیدا کرنا چاہتے ہیں؟

ویدی ۔ پال، تم نہیں سمجھ کر میں کیا چاہتا ہوں؟ میں یہ چاہتا ہوں، میں یہ چاہتا ہوں...

پال ۔ ہاں، ہاں، بولو... تم کیا چاہتے ہو... پانی کا گلاس دوں پینے کے لیے؟

ویدی ۔ میں یہ چاہتا ہوں تم محبت کرو۔ میں محبت کروں، سب محبت کریں... دنیا میں سب محبت کرنے والے بسیں... ہر ایک دل میں محبت ہو... آہ، پال تم نہیں سمجھتے کہ اس ننھے سے لفظ میں کتنی مٹھاس ہے کتنی راحت ہے... محبت... محبت... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری آتما شبنم سے لدی ہوئی گھاس پر صبح کی ہوا سے کھیل رہی ہے... تم ضرور محبت کرنے کی کوشش کرو پال... بغیر محبت کے کوئی آدمی مکمل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

پال ۔ جناب من، خاکسار بہت کوشش کر چکا ہے مگر خاطر خواہ نتیجہ ابھی تک نہیں نکلا... ہر روز رات کو آپ کا یہ خادم ایک خیالی عورت بنا کر اس سے محبت کرتا ہے اور صبح ہوتے ہی اپنے دل کے باہر یہ بورڈ لٹکا دیتا ہے کرائے کے لیے خالی ہے، کمرہ ہوادار ہے مگر اس طرف کوئی رخ ہی نہیں کرتا ہے۔ کمرہ ضرور ہوادار ہے مگر ہوا کے سوا اس میں اور دھرا ہی کیا ہے۔ آج کل کی عورتیں صرف ہوا پر تو زندہ نہیں رہ سکتیں۔ کمرہ سجا ہوا ہو تو بہت سے کرایہ دار مل سکتے ہیں۔

ویدی ۔ محبت محلوں سے زیادہ جھونپڑیوں میں رہتی ہے پال... اسے ظاہری سجاوٹوں

سے کیا کام؟ اور پھر محبت تو خود ایک سجاوٹ ہے، دل کے لیے اس سے خوبصورت زیور اور کیا ہو سکتا ہے۔

پال ۔ یہ شاعری اب کسی اور وقت پر اٹھا رکھو مجھے نائٹ ڈیوٹی پر جانا ہے... اگر میرے دل نے یہ زیور... اس وقت پہن لیا تو؟ تو مل کی مشینیں آج رات بند رہیں گی... اچھا تو بس چلا۔

ویدی ۔ جاؤ بھی جاؤ... آج کی رات جیسے کٹے گی وہ ظاہر ہے۔

وقفہ

## دوسرا منظر

(مشین چلانے کی آواز سنائی دیتی ہے)

لاجو ۔ آج یہ ہوا بھی کتنے زوروں پہ چل رہی ہے..... اُف توبہ... لیمپ کی بتی کس طرح پھڑ پھڑا رہی ہے۔

لاجو کی ماں ۔ تماشا کیا دیکھتی ہے۔ ذرا اٹھ کے چمنی کے اس طرف لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کے رکھ دے... اگر یہ بجھ گیا تو تجھے ہی نیچے دیا سلائی لینے کے لیے جانا ہوگا... میری بلا سے نہیں سنتی ہے تو نہ سن!

لاجو ۔ ماتا جی... مجھے اس کی پھڑ پھڑاہٹ اچھی معلوم ہوتی ہے.... ایسا لگتا ہے جیسے میرا اپنا دل اس چمنی کے اندر دھڑک رہا ہے۔

لاجو کی ماں ۔ جانے کیا واہی تباہی بک رہی ہے... یہ لو.... ہوا نا وہی جس کا مجھے کھٹکا تھا۔

لاجو ۔ ہائے رام، یہ تو سچ مچ بجھ گیا... کتنا اندھیرا ہو گیا ہے۔

لاجو کی ماں ۔ اب یہاں بیٹھ کے باتیں نہ بنا... جا بازار سے ایک پیسے کی ماچس لے آ۔

لاجو ۔ ماں، مجھ سے تو یہ نہ ہو سکے گا۔ پانچ سیڑھیاں نیچے اتروں اور پھر پانچ سیڑھیاں اوپر چڑھوں۔ میرے گھٹنے تو ابھی سے جواب دے رہے ہیں۔

لاجو کی ماں ۔ تجھے تو کسی نواب کے گھر پیدا ہونا چاہیے تھا یہاں بیٹھے بٹھائے تجھے ہر چیز مل جاتی... میری لاڈو کے پاؤں کی مہندی گھستی ہے۔ سیڑھیاں اترتے... افوہ... بابا کیسا زمانہ آیا ہے... اس جوانی میں تیرے گھٹنے جواب دے رہے ہیں تو میری عمر کو پہنچ کر تیرا کیا حال ہوگا! جا ساتھ والی کھولی سے پڑوسن سے دیا سلائی مانگ لا.... تجھ سے اٹھا جائے گا یا میں ہی جاؤں۔؟

لاجو ۔ جاتی ہوں ماں یہ نگوڑے کپڑے بھی تو سینے ہیں مجھے .... اگر صبح تک تیار نہ ہوئے تو چولھے میں آگ کیسے جلے گی.... جاتی ہوں.... اس ٹھہرے پانی ایسی زندگی سے جانے کب نجات ملے گی...

——— تھوڑا وقفہ ———

(دروازے پر دستک دینے کی آواز سنائی دیتی ہے)

لاجو ۔ دینو کی ماں، دینو کی ماں۔

(پھر دستک کی آواز سنائی دیتی ہے)

لاجو ۔ دینو کی ماں —— دینو کی ماں.... ارے، سو گئی ہو کیا؟.... نہیں دروازہ تو کھلا ہے (دروازہ کھلنے کی آواز)... دینو کی ماں... ارے، تم نے کمرے میں یہ دھونی کیسی رمار کھی ہے.... اُف، میرا تو دم گھٹنے لگا ہے... دینو کی ماں....؟ میں پوچھتی ہوں تم نے یہ بیڑیاں کب سے پینی شروع کی ہیں؟

ویدی ۔ کون ہے؟

لاجو ۔ ارے، یہ کون بول رہا ہے؟

ویدی ۔ ارے، یہ کون بول رہا ہے؟

لاجو۔ دینو کی ماں کہاں ہے؟

ویدی۔ دینو کی ماں ... یہاں دینو کی ماں نہیں رہتی اور میری ماں کو مرے اتنے ہی برس ہوئے ہیں جتنے کہ مجھے زندہ رہتے ہو گئے ہیں .... کمرے میں دھواں ہے میں نے اس لیے بند کر رکھا ہے کہ اس سے کمرے کی غلاظت دب جاتی ہے۔

لاجو۔ تم تو کوئی اور ہو .... میں ... میں غلطی سے یہاں چلی آئی .... مجھے دینو کی ماں سے ملنا ہے۔

ویدی۔ دینو کی ماں سے؟ ... جب میں نے اپنی ماں کی شکل نہیں دیکھی تو دینو کی ماں کو میں کیسے جان سکتا ہوں؟ .... یہ کمرہ ... نہیں ... یہ کھولی میں نے آج ہی کرائے پر لی ہے۔

لاجو۔ تو دینو کی ماں ہمیں اطلاع دیئے بغیر یہاں سے چلی گئی؟ میں اس سے دیاسلائی کی ڈبیا مانگنے آئی تھی۔ ہمارا لیمپ بجھ گیا ہے۔

ویدی۔ تمہارا لیمپ بجھ گیا ہے ... پر یہاں تو ایک لیمپ روشن ہو گیا ہے۔

لاجو۔ کیا کہا آپ نے؟

ویدی۔ سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں .... تمہیں ماچس چاہیئے نا۔

لاجو۔ جی ہاں!

ویدی۔ ماچس ... اور ماچس لے کر تم فوراً ہی یہاں سے چلی جاؤ گی۔

لاجو۔ ہاں ... ہاں ... مجھے لیمپ بھی تو روشن کرنا ہے .... میری ماں اندھیرے میں بیٹھی ہے۔

ویدی۔ بالکل درست ہے۔ میں سوچ کیا رہا ہوں ... تمہیں فوراً ہی جیب سے ماچس نکال کے کیوں نہیں دے رہا ... کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کیا قصہ ہے؟ ... کیا تم اس معاملے میں کچھ روشنی ڈال سکتی ہو؟

لاجو۔ ماچس لائیے۔

دیدی۔ تم بڑی ... وہ ہو ...

(لاجو ہنستی ہے)

(ویدی ہنستا ہے)

لاجو۔ مجھے دیر ہو رہی ہے لائیے ماچس۔

ویدی۔ ہاں۔ ہاں۔ واقعی تمہیں دیر ہو رہی ہے .... یہ لو ماچس .. (ماچس کی ڈبیا میں تیلیوں کی کھڑکھڑاہٹ)

لاجو۔ لائیے .... ارے آپ کا لیمپ بھی بجھ گیا ... (دیا سلائی کی ڈبیا گرنے کی آواز) اور ماچس بھی گر گئی ...

ویدی۔ اچھا ہوا۔

لاجو۔ کیا کہا۔

ویدی۔ میں نے کہا۔ کتنا برا ہوا .... اب کیا سچ مچ اسے ڈھونڈنا ہی پڑے گا۔

لاجو۔ واہ، جناب واہ ... ڈھونڈنا کیوں نہیں پڑے گا .... دو لیمپ بجھے پڑے ہیں۔ ان کو روشن نہیں کرنا ہے کیا؟

ویدی۔ روشنی زیادہ ہو جائے گی۔

لاجو۔ کیا کہا؟

ویدی۔ میں نے یہ کہا تھا کہ مجھے اب روشنی کی کیا ضرورت ہے؟

لاجو۔ پر مجھے تو ہے۔

ویدی۔ تو ماچس خود ہی ڈھونڈ لو ... میرا دل بھی اس میں پڑا ہے۔

لاجو۔ (ہنستی ہے) آپ کا دل ماچس میں پڑا ہے .... اور میرا دل اپنے بجھے ہوئے لیمپ میں!

ویدی۔ تو پھر ماچس کو فوراً ہی ڈھونڈنا چاہئے۔۔۔ ارے میں سوچ کیا رہا ہوں۔۔۔ ٹھیرو۔۔۔ (زمین پر ہاتھ مارنے کی آواز) یہیں گری تھی۔ اور یہیں ہونی چاہئے۔۔۔ (ماچس پر ہاتھ پڑنے کی آواز) یہ لو۔۔۔ لیکن ٹھیرو۔۔۔ میں لیمپ جلا کر تمہیں تو اچھی طرح دیکھ لوں۔ شاید کل تمہاری کھولی میں کوئی اور آجائے۔

لاجو۔ نہیں، ہم نے اس مہینے کا کرایہ پیشگی دے دیا تھا۔

ویدی۔ ایک مہینے تک میں اسی کھولی میں رہوں گا کیونکہ میں نے بھی پیشگی ہی دیا ہے (لیمپ کی چمنی اور دیا سلائی جلانے کی آواز)

لاجو۔ ایک تو روشن ہو گیا!

ویدی۔ کیا دوسرا روشن نہیں ہوا۔۔۔؟

لاجو۔ اب جا کے روشن کروں گی۔۔۔ لائیے ماچس۔۔۔ آپ کا دل ہے نا ابھی تک اس میں؟

ویدی۔ (ہنستا ہے)۔۔۔ ہاں ہاں اسی میں ہے۔۔۔ (ماچس کی آواز) یہ لو۔۔۔

لاجو۔ مہربانی۔۔۔ تو میں چلتی ہوں۔

ویدی۔ ہاں ہاں جاؤ۔۔۔ لیکن ذرا ٹھہرو۔۔۔ نہیں نہیں جاؤ۔۔۔ تمہیں اپنا لیمپ بھی روشن کرنا ہے۔۔۔ تمہاری ماں اندھیرے میں بیٹھی تمہاری راہ دیکھ رہی ہوگی۔۔۔ جاؤ۔۔۔ لیکن ٹھہرو تو۔۔۔ ہاں ٹھہرو تو۔۔۔

لاجو۔ کچھ کہنا ہے کیا؟

ویدی۔ کچھ کہنا ہی تو ہے۔۔۔ کچھ کہنا ہی تو ہے۔۔۔ پر کیا کہنا ہے۔۔۔

ہاں تو اب تم جا رہی ہو کیا؟

لاجو۔ جی ہاں جا رہی ہوں۔

ویدی۔ تم بڑی اچھی لڑکی ہو۔۔۔ اچھا تو میں بھی ہوں پر بے کاری بری بلا ہے؟
لیکن اب میں کوئی نہ کوئی کام ضرور کر لوں گا۔۔۔ مجھ میں آج بڑی ہمت
پیدا ہو گئی ہے۔۔۔ دنیا میں اگر عورت نہ ہوتی تو مردوں میں شجاعت
کبھی پیدا نہ ہوتی۔۔۔ اگر تم مجھ سے کہو تو میں اس کھڑکی میں سے ابھی نیچے
بازار میں کود جاؤں۔۔۔ پر میں یہ کیا گفتگو کر رہا ہوں۔

لاجو۔ میں اب جاتی ہوں۔

ویدی۔ ہاں اب جاؤ۔۔۔ پر اپنا نام تو بتاتی جاؤ۔

لاجو۔ میرا نام لاجونتی ہے۔۔۔ ماں مجھے لاجو کہتی ہے۔

ویدی۔ لاجونتی۔۔۔ لاجو۔۔۔ بڑا پیارا نام ہے۔۔۔ تم یہاں کیا کرتی ہو؟

لاجو۔ سلائی کا کام کرتی ہوں۔۔۔ اگر آپ کپڑا دیں تو میں آپ کی قمیص
سی دوں گی۔

ویدی۔ شکریہ۔۔۔ میرا کوٹ کہنیوں پر سے پھٹ رہا ہے۔۔۔ اگر کبھی اس کو
رفو کر دو تو بڑی مہربانی ہو گی۔

لاجو۔ میں کل آ کے یہیں رفو کر دوں گی۔۔۔ اچھا میں اب جاتی ہوں (تھوڑا وقفہ)
(پھر دروازہ بند کرنے کی آواز)

ویدی۔ (فرط مسرت کے باعث بلند آواز میں) ویدی!۔۔۔ ویدی!۔۔۔
دوست تمہارا نصیبہ جاگ اٹھا۔ (سیٹی بجاتا ہے)

—— وقفہ ——

## تیسرا منظر

(دروازہ کھٹ کھٹانے کی آواز)

ویدی ۔ آجاؤ ۔

پال ۔ (دروازہ کھولنے کی آواز) سناؤ بھئی کیا حال ہے، نیا کمرہ کیسا رہا؟ ۔۔۔
ارے تم اپنے کوٹ کو ۔۔۔ بیڑی سے جلا کیوں رہے ہو؟

ویدی ۔ اس لیے کہ اس میں بہت سے سوراخ ہو جائیں ۔

پال ۔ سوراخ ہو جائیں ۔۔۔ سوراخ تو ہو ہی جائیں گے ۔ پر میں سوچتا ہوں
کہ یہ منطق کیا ہے ؟

ویدی ۔ ایک سوراخ رفو کرنے میں اگر پانچ منٹ صرف ہوں گے تو تین سوراخ
رفو کرنے میں پندرہ منٹ صرف نہ ہوں گے ۔

پال ۔ ہاں ہاں پندرہ منٹ ہی صرف ہوں گے ۔ پر تمہاری بات سمجھنے میں
مجھے کتنے گھنٹے لگیں گے ۔

(ویدی ہنستا ہے)

پال ۔ تم تو آج ہنس بھی رہے ہو ۔۔۔ یہ کیا قصہ ہے ۔

ویدی ۔ قصہ یہ ہے ۔۔۔۔ دروازے پر دستک ہوئی ۔۔۔ اور یہ ایک نقرئی
آواز آئی ۔۔۔ دینو کی ماں، دینو کی ماں، یہ تم نے بیڑیاں کب سے پینا
شروع کر دی ہیں ۔۔۔ اور وہ اندر چلی آئی ۔۔۔ سن رہے ہو پال ۔۔ میرے
خوابوں کی پری اندر چلی آئی ۔۔ پرماتما کی رحمت ہو اس دینو کی ماں پہ ۔۔۔
تم جانتے ہو اس دینو کی ماں کو ۔۔ ؟ لیکن میری طرف یوں آنکھیں پھاڑ
پھاڑ کر کیوں دیکھ رہے ؟ ۔۔۔ ہنسو پال ۔۔۔ آج خوب ہنسو ۔۔ کیا تم

دیکھ نہیں رہے کہ آج ہر شے ہنس رہی ہے ۔ ۔ ۔ وہ ابھی آئے گی ۔ ۔ ۔ میرا
کوٹ رفو کرنے ۔ ۔ ۔ میں نے اس میں تین بڑے بڑے سوراخ بنا دیئے ہیں ۔ ۔ ۔
اس لیے میں اسے دیر تک سامنے بٹھا کر دیکھ سکوں گا ۔ ۔ ۔ کیا میں شریر نہیں ؟
لیکن تم خاموش کیوں ہو ؟

پال ۔ میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے اب کس بلڈنگ میں نیا کمرہ کرائے پر لینا چاہیئے ۔

---

# محبت کی پیدائش

(خالد سیٹی بجا رہا ہے۔ سیٹی بجاتا بجاتا خاموش ہو جاتا ہے پھر
ہولے ہولے اپنے آپ سے کہتا ہے)

خالد۔ اگر محبت ہاکی یا فٹ بال میچوں میں کپ جیتنے، تقریر کرنے اور امتحانوں میں
پاس ہو جانے کی طرح آسان ہوتی تو کیا کہنے تھے ۔۔۔ مجھے سب کچھ مل جاتا۔
سب کچھ (پھر سیٹی بجاتا ہے) نیلے آسمان میں ابابیلیں اڑ رہی ہیں اس چھوٹے سے
باغیچے کی پتی پتی خوشی سے تھرا رہی ہے پر میں خوش نہیں ہوں۔ میں بالکل
خوش نہیں ہوں۔

حمیدہ۔ (دھیمے لہجے میں) خالد صاحب!

(خالد خاموش رہتا ہے)

حمیدہ۔ (ذرا زور سے) خالد صاحب!

خالد۔ (چونک کر) کیا ہے؟ کون مجھے بلا رہا ہے؟

حمیدہ - میں ہوں! ـــ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔

خالد - اوہ! حمیدہ ... کہو، یہ ضروری کام کیا ہے ... میں یہاں یونہی لیٹے لیٹے اونگھنے لگ گیا تھا۔ کیا کسی کتاب کے بارے میں کچھ کہنا ہے؟ ... مگر تم نے مجھے اتنا قابل کیوں سمجھ رکھا ہے ... فلسفے میں میں اتنا ہوشیار نہیں جتنی کہ تم ہو - عورتیں فطرتاً فلسفی ہوتی ہیں۔

حمیدہ - میں آپ سے فلسفے کے بارے میں گفتگو کرنے نہیں آئی۔ افلاطون اور ارسطو اس معاملے میں میری مدد نہیں کر سکتے جتنی آپ کر سکتے ہیں

خالد - میں حاضر ہوں۔

حمیدہ - میں بہت جرأت سے کام لے کر آپ کے پاس آئی ہوں - آپ یقین کیجے کہ میں نے بہت بڑی جرأت کی ہے ... بات یہ ہے ... مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے ... مگر نہیں ... اس میں شرم کی کونسی بات ہے ... مجھے یہ کہنا ہے کہ پرسوں رات میں نے ابا جی کو امی جان سے یہ کہتے سنا کہ وہ آپ سے میری شادی کر رہے ہیں۔

خالد - (خوش ہو کر) سچ مچ؟

حمیدہ - جی ہاں ... میں نے یہ سنا ہے کہ بات پکی ہو گئی ہے ... اور اس فائنل کے بعد ہم بیاہ دیئے جائیں گے۔

خالد - (خوشی کے جذبات کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے) حد ہو گئی ہے ... مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں ... یہ چپکے چپکے انھوں نے بڑا دلچسپ کھیل کھیلا ... دراصل بات یوں ہوئی ہے کہ میں نے اپنی امی جان سے ایک دو مرتبہ ... تمہاری تعریف کی تھی اور کہا تھا کہ جو شخص حمیدہ جیسی ... حمیدہ جیسی ... حمیدہ جیسی .. حمیدہ جیسی پیاری لڑکی کا شوہر بنے گا ...

وہ کس قدر خوش نصیب ہوگا (ہنستا ہے) حد ہوگئی ہے .... میں یہاں اسی فکر میں گھلا جا رہا تھا کہ تم کہیں کسی اور کی نہ ہو جاؤ (خوب ہنستا ہے) .... دیکھو نیلے آسمان میں ابابیلیں اڑ رہی ہیں .... اس باغیچے کی پتی پتی خوشی سے تھرا رہی ہے .... اور میں بھی خوش ہوں ..... کس قدر خوش (ہنستا ہے) حمیدہ اب تمہیں ہم سے پردہ کرنا چاہیئے .... ہم تمہارے ہونے والے شوہر ہیں۔

**حمیدہ** ۔ مگر مجھے یہ شادی منظور نہیں ۔!

**خالد** :۔ شادی منظور نہیں ..... پھر تم نے یہ بات کیوں چھیڑی ؟ .... میں تمہیں ناپسند ہوں گیا ؟

حمیدہ ۔ خالد صاحب! میں اس معاملے پر زیادہ گفت گو کرنا نہیں چاہتی۔ میں آپ سے صرف یہ کہنے آئی تھی کہ اگر ہماری شادی ہوگئی ۔ تو یہ میری مرضی کے خلاف ہوگی۔ ہماری دونوں کی زندگی اگر ہمیشہ کے لئے تلخ ہوگئی تو اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے ۔ میں نے اپنے دل کی بات آپ سے چھپا کر نہیں رکھی ، جو فرض میرے ماں باپ کو ادا کرنا چاہتے تھا ۔ میں نے ادا کر دیا ہے آپ عقل مند ہیں ۔ روشن خیال ہیں ۔ اس لئے میں آپ کے پاس آئی ۔ ورنہ یہ راز قبر تک میرے سینے میں محفوظ رہتا ۔

**خالد** ۔ یہ جھوٹ ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں ۔

حمیدہ :۔ ہوگا ۔ مگر میں آپ سے محبت نہیں کرتی ۔

خالد ۔ اس میں میرا کیا قصور ہے ؟

حمیدہ ۔ اور اس میں میرا کیا قصور ہے ؟

**خالد** ۔ حمیدہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں جھوٹ نہیں بولا کرتا ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میرا دل تمہاری اور صرف تمہاری محبت سے بھرا ہے ۔

حمیدہ۔ لیکن میرا دل بھی تو آپ کی محبت سے بھرا ہو ...... میرے اندر سے بھی تو یہ آواز پیدا ہو کہ حمیدہ آپ کو چاہتی ہے ..... میں کبھی تو آپ سے جھوٹ نہیں کہہ رہی ..... آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو آپ کی محبت اس وقت مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہے جب میرا دل آپ کی محبت سے خالی ہو

خالد۔ ایک دیا دوسرے دیئے کو روشن کر سکتا ہے۔

حمیدہ۔ صرف اس صورت میں جب دوسرے دیئے میں تیل موجود ہو..... یہاں میرا دل تو بالکل خشک ہے آپ کی محبت کیا کر سکے گی۔ میں نے آج تک آپ کو ان نگاہوں سے کبھی نہیں دیکھا جو محبت پیدا کر سکتی ہیں ...... اس کے علاوہ کوئی خاص بات بھی تو نہیں ہوئی جس سے یہ جذبہ پیدا ہو سکے ...... لیکن میں آپ کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ اچھے نوجوان ہیں با اخلاق ہیں۔ کالج میں سب سے زیادہ ہوشیار طالب علم ہیں۔ آپ کی صحت آپ کی علمیت۔ آپ کی قابلیت قابل رشک ہے۔ آپ ہمیشہ میری مدد کرتے رہے ہیں۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت ذرہ بھر بھی نہیں ہے ...... میرا خیال ہو سکتا ہے کہ درست نہ ہو۔ پر یہ تمام خوبیاں جو آپ کے اندر موجود ہیں ضروری نہیں کہ وہ کسی عورت کے دل میں آپ کی محبت پیدا کر دیں۔

خالد۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے اس کا احساس ہے۔

حمیدہ۔ تو کیا میں امید رکھوں کہ آپ مجھے اس بے مرضی کی شادی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

خالد۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا۔ ضرور کروں گا۔

حمیدہ۔ تو میں جاتی ہوں ..... بہت بہت شکریہ!

(چند لمحات تک خاموشی طاری رہتی ہے ۔۔۔ خالد
دردناک سروں میں سیٹی بجاتا ہے ۔۔۔)

خالد ۔ دریچوں میں نیلے آسمان میں ابابیلیں اڑ رہی ہیں ۔ اس چھوٹے سے بغیچے کی پتی پتی خوشی سے تھرتھرا رہی ہے ۔ پر میں خوش نہیں ۔ بالکل خوش نہیں ہوں ۔

(اسی روز شام کو خالد کے گھر میں)

ڈپٹی صاحب ۔ (خالد کا باپ ۔ دروازے پر آہستہ سے دستک دے کر) بھئی میں ذرا اندر آسکتا ہوں ۔

خالد ۔ آیئے آیئے، اباجی !

ڈپٹی صاحب ۔ میں نے بہت مشکل سے تمہارے ساتھ چند باتیں کرنے کی فرصت نکالی ۔ یوں کہو کہ ایسا اتفاق ہو گیا کہ تم بھی گھر میں موجود ہو اور مجھے بھی ایک آدھ گھنٹے تک کوئی کام نہیں ۔۔۔ بات یہ ہے، کہ تمہاری ماں نے تمہاری شادی کی بات چیت پکی کر دی ہے لڑکی حمیدہ ہے جس کو تم اچھی طرح جانتے ہو ۔ تمہاری کلاس میٹ ہے اور میں نے سنا ہے کہ تم دل ہی دل میں اس سے ذرا ۔۔۔ محبت بھی کرتے ہو چلو اچھا ہوا ۔۔۔ اب تمہیں اور کیا چاہئے ۔۔۔۔ امتحان پاس کرو اور دلہن کو لے آؤ ۔

خالد ۔ پر اباجی، میں نے تو یہ سن رکھا تھا کہ حمیدہ کی شادی مسٹر بشیر سے ہو گی جو پچھلے برس ولایت سے ڈاکٹری امتحان پاس کر کے آئے ہیں ۔

ڈپٹی صاحب ۔ شادی اسی سے ہونے والی تھی مگر حمیدہ کے والدین کو جب معلوم ہوا کہ وہ شرابی اور آوارہ مزاج ہے تو انہوں نے یہ خیال موقوف کر دیا لیکن تمہیں ان باتوں سے کیا تعلق ۔۔۔ حمیدہ تمہاری ہو رہی ہے ۔ تو یوں سمجھو گیا

ہو چکی ہے۔

خالد۔ حمیدہ راضی ہے کیا؟

ڈپٹی صاحب ارے وہ راضی کیوں نہ ہوگی؟ جب ڈپٹی ظہور احمد کے بیٹے خالد کی شادی کا سوال ہو تو اس میں رضامندی کی ضرورت ہی کیا ہے۔

خالد۔ مجھے بنا رہے ہیں آپ؟

ڈپٹی صاحب۔ ہٹ ختم کرو اس قصے کو، مجھے اور بہت سے کام کرنا ہے۔ اچھا تو میں چلا۔۔۔۔ پر ایک اور بات بھی تو مجھے تم سے کرنا تھی، تمہاری ماں نے ایک لمبی چوڑی فہرست بنا کر دی تھی۔۔۔ ہاں یاد آیا۔۔۔۔ دیکھو بھئی نکاح کی رسم پرسوں یعنی اتوار کو ادا ہوگی۔ اس لئے کہ حمیدہ کا باپ حج کو جانے سے پہلے اس فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہے۔۔۔۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے، ایسا ہی ہونا چاہئے اور جب تمہاری ماں کہہ دے تو پھر اس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں رہتی۔۔۔ میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ ہم سب تیار ہیں۔ تمہیں جن لوگوں کو INVITE کرنا ہوگا کر لینا۔ مجھے اس دردسری میں مبتلا نہ کرنا بھئی، میں بہت مصروف آدمی ہوں۔

خالد۔ بہت اچھا آبا جی!

ڈپٹی صاحب۔ ہاں ایک اور بات۔۔۔ ممکن ہے کہ میں تم سے کہنا بھول جاؤں اس لئے ابھی سے کان کھول کر سن لو۔۔۔ (رازدارانہ لہجے میں) شادی کے بعد اپنی بیوی کو سر پر نہ چڑھا لینا۔ ورنہ یاد رکھو، بڑی آفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اپنی ماں کی طرف دیکھ لو کس طرح مجھے نکیل ڈالے رکھتی ہے۔

خالد۔ (ہنستا ہے) .... نصیحت کا شکریہ!

ڈپٹی صاحب۔ شکریہ وکریہ کچھ نہیں۔ تم سے جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا خیال رکھنا اور بس ...... تو میں چلا ...... نکاح کے ایک روز پہلے مجھے یاد دلا دینا۔ تاکہ میں کہیں اور نہ چلا جاؤں۔

خالد۔ بہت اچھا ابا جی!

(دروازہ بند کرنے کی آواز)

خالد۔ (بولتے ہوئے گویا گہری فکر میں غرق ہے) بہت اچھا ابا جی... بہت اچھا ابا جی ..... میں نے کتنی جلدی کہہ دیا بہت اچھا ابا جی ... بہت اچھا ..... جو کچھ کہا ہوا ہے .... اب اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے ...... نیلے آسمان میں ابابیلیں اڑتی رہیں گی۔ باغیچوں میں پتیاں خوشی سے تھرتھراتی رہیں گی اور یہ دل ہمیشہ کے لئے اجڑ جائے گا .... اجڑ جائے گا!!

(تیسرے روز کالج میں پرنسپل کا دفتر)

(گھنٹی بجائی جاتی ہے پھر دروازہ کھولا جاتا ہے)

چپڑاسی۔ جی حضور!

پرنسپل۔ خالد کو اندر بھیج دو۔

چپڑاسی۔ بہت اچھا حضور!

(دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پھر خالد کے آنے کی آواز)

پرنسپل۔ (کھانستا ہے) تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟

(خالد خاموش رہتا ہے۔)

پرنسپل۔ (بارعب لہجے میں) تمہیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہے؟

خالد۔ کچھ نہیں۔ میرا دل کوڑے کرکٹ سے صاف ہے۔

پرنسپل!۔ تم گستاخ بھی ہو گئے ہو؟

خالد۔ کالج میں اگر کوئی گستاخ لڑکا نہ ہو تو پرنسپل اپنی نتوتوں سے بے خبر رہتا ہے اگر اس کمرے کو جس میں آپ رہتے ہیں ترازو فرض کر لیا جائے تو میں اس ترازو کی وہ سوئی ہوں جو وزن بتاتی ہے۔

پرنسپل۔ تم مجھے اپنی اس بیہودہ منطق سے مرعوب نہیں کر سکتے۔

خالد۔ یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔

پرنسپل۔ (زور سے) تم خاک بھی نہیں جانتے

خالد۔ آپ بجا فرماتے ہیں۔

پرنسپل۔ میں بجا نہیں فرماتا۔ اگر میرا فرمانا بجا ہوتا۔ تو کل تم ایسی بیہودہ حرکت کبھی نہ کرتے جس سے تمہیں سب لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا ہے اب تم میں اور ایک بازاری غنڈے میں کیا فرق رہا ہے۔

خالد۔ آپ سے عرض کروں؟

پرنسپل۔ کرو۔ کرو۔ کیا عرض کرنا چاہتے ہو تمہاری یہ نئی منطق بھی سن لوں!

خالد۔ بازاری غنڈہ جو گلی میں کھڑا ہو۔ جو اس کے دل میں آئے کہہ سکتا ہے مگر میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ اپنے دل کا تالا کھول سکوں جو تہذیب آج سے بہت عرصہ پہلے لگا گئی ہے بازاری غنڈہ مجھ سے ہزار درجے بہتر ہے۔

پرنسپل۔ جو تھوڑا بہت تم میں اوسان میں باقی رہ گیا ہے اب پورا کر لو..... میں تمہیں اپنے کالج سے باہر نکال رہا ہوں۔

خالد۔ مگر.....

پرنسپل۔ مگر وگر کچھ بھی نہیں۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں میرے کالج میں ایسا لڑکا

ہرگز نہیں رہ سکتا۔۔ جو بدچلن ہو، آوارہ ہو۔ کالج میں شراب پی کر آنا ایسا جرم نہیں کہ سزا دیئے بغیر تمہیں چھوڑ دیا جائے۔

خالد۔ اپنے آپ پر دوبارہ غور فرمائیے۔ اتنی جلدی نہ کیجئے..... آپ مجھے اپنے کالج سے ہمیشہ کے لئے باہر نہیں نکال سکتے۔

پرنسپل۔ (غصے میں) کیا کہا۔

خالد۔ میں نے یہ کہا تھا کہ مجھے اپنے کالج سے کیسے باہر نکال سکتے ہیں..... آپ کو.... آپ کو.... میرے چلے جانے سے کیا آپ کو نقصان نہ ہوگا؟

پرنسپل۔ نقصان؟ تمہارے چلے جانے سے مجھے کیا نقصان ہوسکتا ہے۔ تم جیسے دو دو رجن لڑکے میرے کالج سے چلے جائیں۔ خس کم جہاں پاک!

خالد۔ آپ میرا مطلب نہیں سمجھے پرنسپل صاحب! مجھے افسوس ہے کہ اب مجھے خود ستائی سے کام لینا پڑے گا۔ آپ کے سامنے یہ کالا بورڈ جو لٹک رہا ہے اس پر سب سے اوپر کس کا نام لکھا ہے۔ آپ بتانے کی تکلیف گوارا نہ کیجئے۔ یہ اسی آوارہ اور بدچلن کا نام لکھا ہے، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ بی اے میں وہ صوبے بھر میں اوّل رہا۔ اس بورڈ کے ساتھ ہی ایک اور بورڈ لٹک رہا ہے جو آپ کو بتا سکتا ہے کہ ہندوستان کی کسی یونیورسٹی کا ہوشیار سے ہوشیار طالب علم بھی آپ کے کالج کی کالی بھیڑ خالد کا مقابلہ نہیں کرسکا۔ تقریر میں اس نے تین سال تک کسی کو آگے بڑھنے نہیں دیا۔ آپ کے پیچھے ایک اور تختہ لٹک رہا ہے۔ اگر آپ کبھی اس پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوسکتا ہے کہ خالد جب سے آپ کی ہاکی ٹیم کا کپتان بنا ہے شکست ناممکن ہوگئی ہے فٹ بال کی ٹیم میں مجھ سے بہتر گول کیپر آپ کہاں تلاش کریں گے؟ اخبار لکھتے ہیں کہ میں لوہے کا مضبوط

جال ہوں، سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں ...... اور پچھلے برس بیچ میں ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ تو آپ کو بچانے کے لئے کس نے آگے بڑھ کر ڈھال کا کام دیا تھا اسی خاکسار نے .... آپ اپنے فیصلے پر دوبارہ غور کیجئے۔

پرنسپل۔ کیا اب احسان جتلا کر تم مجھے رشوت دینے کی کوشش کر رہے ہو۔

خالد۔ پرنسپل صاحب آج کل دنیا کے سارے دھندے اسی طرح چلتے ہیں بچہ جب روئے نہیں ماں دودھ نہیں دیتی یہ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ مگر آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ پڑوس میں اگر بن ماں کا یتیم بچہ رونا شروع کر دے تو میری ماں دودھ کی بوتل لے کر ادھر کبھی نہیں دوڑے گی۔ .... آپ نے آج تک مجھ پر اتنی مہربانیاں کی ہیں تو محض اس لئے کہ مجھ میں خوبیاں تھیں اور آپ مجھے پسند کرتے تھے اور میں نے اس روز آپ کو اس لئے بچایا تھا۔ کہ وہ میرا فرض تھا۔ میں آپ کو رشوت نہیں دے رہا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ سزا دے کر رہیں گے۔ میں خود سزا چاہتا ہوں۔ مگر کڑی نہیں ... رشوت تو وہاں دی جاتی ہے جہاں بالکل اجنبیت ہو۔

پرنسپل۔ تم تقریر کرنا خوب جانتے ہو۔

خالد۔ (ہنس کر) یہ کالا بورڈ بھی جو آپ کے سامنے لٹک رہا ہے یہی کہتا ہے

پرنسپل۔ خالد ... میں حیران ہوں کہ تم نے کالج میں شراب پی کر اودھم کیوں مچایا .... تم شریر ضرور تھے، مگر مجھے معلوم نہ تھا۔ تم شراب بھی پیتے ہو۔ تمہارے کیریکٹر کے بارے میں مجھے کوئی شکایت نہ تھی۔ مگر کل کے واقعہ نے تمہیں بہت پیچھے ہٹا دیا ہے۔

خالد - جب کھائی پھاندنا ہو تو ہمیشہ دس بیس قدم پیچھے ہٹ کر کوشش کی جاتی ہے ہوسکتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک گہری کھائی پھاندنے کی کوشش کی ہو۔

پرنسپل - مجھے افسوس ہے کہ تم اس کوشش میں اوندھے اس گہری کھائی میں گر پڑے ہو۔

خالد - ایسا ہی ہوگا۔ مگر مجھے افسوس نہیں۔

پرنسپل - تو اب تم کیا چاہتے ہو؟

خالد - میں کیا چاہتا ہوں؟ .... کاش کہ میں کچھ چاہ سکتا۔ آپ سے میری صرف یہ گزارش ہے کہ سزا دیتے وقت پرانے خالد کو یاد رکھئے۔ بس۔!

پرنسپل تمہیں ایک سال کے لئے کالج سے خارج کر دینے کا حکم میں لکھ چکا ہوں یہ سزا تمہاری ذلیل حرکت کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اس لئے تم معلوم کر سکتے ہو کہ پرانے خالد کو میں نے ابھی تک دل سے محو نہیں کیا۔

خالد - میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ ایک سال کے بعد جب خالد پھر آپ کے پاس آئے گا۔ تو وہ پرانا ہی ہوگا۔

پرنسپل - اب تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ اور دیکھو۔ اس غم کو دور کرنے کے لئے کہیں شراب خانے کا رخ نہ کرنا۔

خالد - ایک بار جو میں نے پی ہے۔ وہی عمر بھر کے لئے کافی ہے آپ بے فکر رہیں

(دروازہ کھلنے اور بند کرنے کی آواز)

(دروازہ بند کرنے کے ساتھ ہی دس پندرہ لڑکوں کی آوازوں کا شور۔ پیدا کیا جائے یہ لڑکے خالد سے طرح طرح کے سوال پوچھیں۔)

۱۔ کیوں خالد کیا ہوا؟

۲۔ سال بھر کے لئے EXPEL کر دیئے گئے

۳۔ پر میں پوچھتا ہوں۔ شراب پی کر تمہیں کالج ہی میں آ کر اودھم مچانا تھا؟

۴۔ تم نے سخت غلطی کی، شراب تو میں بھی پیتا ہوں۔ مگر کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔

۵ کیا جانے اس کے سر پر کیا وحشت سوار ہوئی۔

۶۔ پہلی دفعہ پی اور بُری طرح پکڑے گئے میرے یار!

۷۔ اب کیا ہوگا؟

خالد (تنگ آکر) بکواس نہ کرو۔ جو کچھ ہو چکا ہے تمہارے سامنے ہے جو کچھ ہوگا وہ بھی تم دیکھ لوگے۔ دنیا کی نگاہوں سے کوئی چیز پوشیدہ بھی رہی ہے؟

(کالج کے گھنٹے کی آواز ٹن ٹن ٹن)

خالد۔ جاؤ۔ جاؤ اپنی اپنی کلاس ATTEND کرو..... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

(چند لمحات کے بعد خاموشی طاری ہو جاتی ہے)

خالد۔ بڑے بڑے معرکہ خیز میچوں میں حصہ لیا ہے بڑی بڑی چوٹیں کھائی ہیں مگر یہ تھکن جو اس وقت محسوس ہو رہی ہے آج تک کبھی طاری نہیں ہوئی۔ بغیچے کی اس جھاڑی کے پاس حمیدہ نے میرے دل کے ٹکڑے کئے تھے۔ اب یہیں تھوڑی دیر بیٹھ کر ان کو جوڑتا ہوں..... دل ٹوٹا ہوا ہو مگر پہلو میں ضرور ہونا چاہئے..... اس کے بغیر زندگی فضول ہے....

(وقفہ)

..... اس وقت مجھے کسی ہمدرد کی کتنی ضرورت محسوس ہو رہی ہے.... مگر.....

(گیت)

کون کسی کا میت منوا ...... کون کسی کا میت!
راگ سبھا ہے دنیا ساری ...... جیون دکھ کا گیت
منوا کون کسی کا میت
رام بھروسے کھیئے والے ........ نیا کو منجدھار!
اپنے ہاتھوں آپ ڈبو دے ...... کیوں ڈھونڈے پتوار
ڈبو دی .... اپنے ہاتھوں سے آپ ڈبو دی .....

حمیدہ۔ خالد صاحب۔

(خالد خاموش رہتا ہے۔)

حمیدہ۔ (ذرا بلند آواز سے) خالد صاحب!

خالد۔ (چونک کر) کیا ہے؟ ..... اوہ! حمیدہ تم ہو .... میں ... میں ... شاید گا رہا تھا۔

حمیدہ۔ میں سن رہی تھی۔

خالد۔ سن رہی تھیں .... کیا سچ مچ؟ ... تو معلوم ہو گیا نا تمہیں کہ میں کتنا بے سرا ہوں ..... اور یہ گیت جو میں گا رہا تھا کتنا اوٹ پٹانگ تھا۔ ہاں تو .... کیا تمہیں کسی بات کے بارے میں کچھ پوچھنا ہے۔؟

حمیدہ۔ میں یہ پوچھنے آئی ہوں کہ کل آپ نے میری غیر حاضری میں کیا کیا؟

خالد۔ اوہ .... تم کل کی بات پوچھ رہی ہو۔ مگر جو کل کی بات ہو چکی ... اس کے متعلق پوچھ کر کیا کرو گی؟

حمیدہ: کیا آپ نے سچ مچ کل شراب پی کر یہاں شور و غل مچایا؟

خالد۔ یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو۔

حمیدہ۔ مجھے یقین نہیں آتا۔

خالد۔ کہ میں نے تمہارے کہے پر عمل کیا ہوگا؟
حمیدہ۔ (حیرت سے) میرے کہے پر؟ میں نے آپ سے شراب پینے کو کبھی نہیں کہا
خالد۔ تو کیا زہر پینے کو کہا تھا؟
حمیدہ۔ اور اگر میں نے کہا ہوتا تو؟
خالد۔ میں کبھی نہ پیتا۔
حمیدہ۔ کیوں؟
خالد۔ اس لئے کہ میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں مگر میں اس محبت کی شکست پر خود کو ہلاک کرنے کے لئے تیار نہیں۔ پرانے عاشقوں کا فلسفہ میری نگاہوں میں فرسودہ ہو چکا ہے جب تک میں زندہ رہ سکوں گا تمہاری محبت اپنے دل میں دبائے رہوں گا۔ تم میری آنکھوں کے سامنے رہو گی تو میرے زخم ہمیشہ ہرے رہیں گے... جب ایک روگ اپنی زندگی کو لگایا ہے تو کیوں نہ وہ عمر بھر تک ساتھ رہے۔ تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اپنی محبت کا گلا گھونٹ دوں۔
حمیدہ تو آپ نے صرف میری محبت کی خاطر اپنے آپ کو رسوا کیا؟
خالد۔ ظاہر ہے۔
حمیدہ۔ لیکن کیا آپ کو اس رسوائی کے علاوہ کوئی اور راستہ نظر نہ آیا؟
خالد۔ کئی راستے تھے لیکن مجھے یہی اچھا نظر آیا۔ تم خود دیکھ لوگی کہ ہینگ پھٹکڑی لگے بغیر رنگ چوکھا آئے... آج شام ہی کو جب تمہارے گھر میرے کالج سے نکال دینے کی خبر پہنچے گی تو تمہارا وہ کام فوراً ہو جائے گا۔ جس کے لئے تم نے مجھ سے امداد طلب کی تھی۔ نہ میں نے اپنے والدین کی

عدول حکمی کی اور نہ تہیں اپنے ماں باپ کو ناراض کرنے کا موقع ملا۔ بتاؤ کیا
میں نے غلط راستہ منتخب کیا۔
حمیدہ۔ لیکن یہ بدنامی، یہ رسوائی، جو آپ نے مول لی ؟
خالد۔ مجھے اب شادی نہیں کرنا ہے .... جو یہ رسوائی اور بدنامی میرے حق میں
غیر مفید ہوگی۔
حمیدہ۔ اور اگر آپ کو شادی کرنی پڑی تو ؟
خالد۔ پاگل ہوگئی ہو.... جب تم ایسے مرد سے شادی کرنے کو تیار نہیں ہو جس
سے تم محبت نہیں کر سکتیں تو میں کیونکر ایسی عورت سے شادی کر سکتا
ہوں جس سے میں محبت نہیں کرتا ؟
حمیدہ۔ ممکن ہے آپ کو کسی سے محبت ہو جائے !
خالد۔ یہ ناممکن ہے جس طرح تمہارے دل میں میری محبت پیدا نہیں ہو سکتی
اسی طرح میرے دل میں اور کسی کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی ..... مگر اس
گفتگو سے کیا فائدہ ..... میری روح کو سخت تکلیف پہنچ رہی ہے۔
حمیدہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ میرے دل میں محبت پیدا نہیں ہو سکتی ؟
خالد۔ میں نے یہ کہا تھا کہ تمہارے دل میں میری محبت پیدا نہیں ہو سکتی ؟
حمیدہ۔ اگر ہو جائے ؟
خالد۔ (حیرت زدہ ہو کر) یعنی کیا ؟
حمیدہ۔ میرے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو جائے .... ایکا ایکی مجھے ایسا
محسوس ہونے لگے کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا
خالد۔ اپنے دل سے پوچھو۔
حمیدہ۔ ایسی بات پوچھی نہیں جاتی اپنے آپ معلوم ہو جایا کرتی ہے......

پڑوسی کے مکان میں اگر آگ لگ جائے تو کیا آپ دوڑے ہوئے اسی کے پاس جا کر پوچھیں گے۔ کیوں صاحب! کیا واقعی آپ کا مکان جل رہا ہے

خالد۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

حمیدہ۔ میں ٹھیک سمجھا نہیں سکتی پر اب سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہی کیا ہے جو کچھ آپ چاہتے تھے اور جس کے متعلق مجھے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ آج ایکا ایکی ہو گیا ہے

خالد۔ کیا ہو گیا ہے۔

حمیدہ۔ میرے دل میں آپ کی محبت پیدا ہو گئی ہے .... اتوار کو ہمارا نکاح ہو رہا ہے

خالد۔ محبت؟ میں ... تم ... میں .. میں ... نکاح ..... کیسے؟

حمیدہ مجھے آپ سے شادی کرنا منظور رہے جب گھر میں آپ کے کالج سے نکال دیئے جانے کی بات شروع ہو گی، تو میں سارا واقعہ بیان کر دوں گی...... اس طرح کوئی بدگمانی پیدا نہ ہو گی۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ آپ کا ایک برس ضائع ہو گیا

خالد۔ ایک برس ضائع ہو گیا ... میں تمہیں اپنا بنانے کے لئے اپنی زندگی کے سارے برس ... پر میں کیا سن رہا ہوں۔

حمیدہ۔ میں اب جاتی ہوں۔ مجھے پرنسپل صاحب سے مل کر یہ کہنا ہے کہ میں اس سال امتحان میں شریک نہیں ہو رہی اگلے برس ہم اکٹھے امتحان دیں گے۔

(چند لمحات خاموشی طاری رہتی ہے)

خالد۔ نیلے آسمان میں ابابیلیں اڑ رہی ہیں اس بغیچے کی پتی پتی خوشی سے نکھر رہی ہے اور میں کس قدر حیرت زدہ ہوں.... کس قدر حیرت زدہ ہوں۔

فیڈ آؤٹ

# چوڑیاں

افراد

| | |
|---|---|
| حامد | کالج کا ایک جوان طالب علم طبیعت شاعرانہ |
| سعید | حامد کا دوست |
| ڈپٹی صاحب | حامد کے والد |
| ثریا | حامد کی بہن |
| حمیدہ | ------ |
| ماں | حامد کی ماں |

دوکان دار۔ حمیدہ کی ایک اور سہیلی۔ تار والا اور ایک ملازم۔

## پہلا منظر

کالج ہوسٹل کا ایک کمرہ۔ ہر چیز قرینے سے رکھی ہے بہت کم فرنیچر ہے

لیکن ٹھکانے سے رکھا ہے اور بہت خوبصورت دکھائی دیتا ہے پلنگ کی چادر اُجلی ہے، بے داغ۔ میز کا کپڑا بھی صاف ستھرا ہے دیواروں پر صرف دو تصویریں نظر آتی ہیں چغتائی کی جن کے فریم بہت ہی نازک ہیں۔ میز پر کچھ کتابیں رکھی ہیں جن میں سے اکثر شاعروں کے دیوان ہیں۔ حامد آرام کرسی میں پورے لباس میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا ہے اور اس کا دوست سعید لوہے کے پلنگ پر لیٹا دو نرم نرم تکیوں پر کہنی جمائے۔ ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھے حامد کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جو اخبار پڑھنے میں مصروف ہے۔

حامد۔ (اخبار کے پیچھے سے) اپنے عزیزوں اور دوستوں کو تحفے دیجئے۔ ہیں بھئی ..... اشتہار کی سرخی دلچسپ ہے ..... " اپنے دوستوں اور عزیزوں کو تحفے دیجئے ..... " شادی بیاہ اور سالگرہ اور اسی قسم کی دوسری تقریبوں پر حسین تحفے ہی دینے چاہئیں۔ آپ کا دیا ہوا آئینہ، آپ کا پیش کردہ پھولدان، آپ کا بھیجا ہوا ہار۔ ذرا غور فرمایئے۔ ان حسین تحفوں میں کتنی شاعری ہے۔ ہمارے شوروم میں تشریف لایئے اور اپنے دوست اپنے عزیز یا اپنے ......

(سعید کھانستا ہے)

حامد۔ کوئی تحفہ دینے کے لئے اپنے دل پسند شعر انتخاب فرمایئے۔

سعید۔ لایئے اخبار میرے حوالے کیجے ـــــ میں جنگ کی تازہ خبریں پڑھنا چاہتا ہوں۔

حامد۔ (اخبار چہرے پر سے ہٹاتے اور اسے تہہ کرتے ہوئے) آپ کو جنگ سے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟

سعید۔ اس لئے کہ میں بہت صلح کُن آدمی ہوں۔

حامد۔ یہ جنگ بھی صلح کن آدمی ہی کر رہے ہیں (اخبار تہہ کرنا اٹھتا ہے) خبر ہٹائیے اس قصے کو ـــ میں آپ سے یہ عرض کرنے والا تھا کہ میں ایک حسین تحفہ خریدنا چاہتا ہوں۔

سعید۔ (کروٹ بدل کر) کس کے لئے؟

حامد۔ (اخبار میز پر پھینکتے ہوئے) اس کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا؛

سعید۔ خوب!

حامد۔ تحفہ لے آؤں تو بعد میں فیصلہ کر لیا جائے گا۔

سعید۔ (اُٹھ کے پلنگ پر بیٹھ جاتا ہے) ٹھیک .... لیکن آپ کا کوئی دوست ...... کوئی عزیز ......؟ ... کوئی .....؟

حامد۔ یہاں آپ کے سوا کوئی نہیں

سعید۔ (خوش ہو کر) تو .....

حامد۔ جی نہیں۔ تحفہ میں آپ کو نہیں دینا چاہتا۔

سعید کیوں؟

حامد (کرسی لے کر سعید کے پاس بیٹھ جاتا ہے) اس لئے کہ آپ کو اپنی تاریخ پیدائش ہی معلوم نہیں ..... فرمائیے آپ کب پیدا ہوئے تھے۔

سعید۔ ایسی چیزیں کون یاد رکھتا ہے

حامد اب آپ کی سالگرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سعید۔ جی ہاں۔ بالکل پیدا نہیں ہوتا۔

حامد رہی آپ کی شادی تو اس کے متعلق مجھے یقین ہے کہ کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔

سعید۔ یعنی اس معاملے میں آپ مجھ سے بھی کہیں زیادہ ناامید ہو چکے ہیں۔

حامد۔ جی ہاں ۔۔۔ اس لئے کہ آپ کبھی یہ فیصلہ نہیں کر سکیں گے کہ آپ کو پچاس برس کی عورت چاہئے جس میں سولہ برس کی الھڑ لڑکی کی تمام کاریاں ہوں یا آپ کو سولہ برس کی لڑکی چاہئے جس میں پچاس برس کی عورت کی پختہ کاریاں موجود ہوں۔۔۔۔ لیکن میرا نقطہ نظر بالکل جدا ہے۔

سعید۔ (پلنگ پر سے اٹھ کر آرام کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ جہاں پہلے حامد بیٹھا تھا) جو مجھے اچھی طرح معلوم ہے لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ تحفہ خریدنے کے بعد ہی شادی کے مسئلے پر غور کریں گے۔

حامد۔ غالباً ایسا ہی ہوگا۔

سعید۔ تو ظاہر ہے کہ آپ کوئی زنانہ تحفہ خریدیں گے۔

حامد۔ بالکل ظاہر ہے (پلنگ پر لیٹ جاتا ہے اسی طرح جس طرح سعید لیٹا ہوا تھا۔) میں نے اگر کوئی مردانہ تحفہ خریدا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ میں بہت خودغرض اور کمینہ ہوں۔

سعید۔ کیا شک ہے ۔۔۔۔ میرا مطلب ہے ۔۔۔۔

حامد۔ آپ کا مطلب ٹھیک ہے اس لئے کہ تحفہ میری طرف سے میری طرف ہوگا لیکن ہو سکتا ہے کہ میں اپنی سالگرہ منا لوں۔ کیونکہ مجھے اپنی تاریخ پیدائش اچھی طرح یاد ہے ۔۔۔ میرا مطلب ہے زبانی یاد نہیں لیکن نوٹ بک میں لکھی ہوئی موجود ہے۔

سعید۔ اس صورت میں بھی آپ کا تحفہ آپ کی طرف سے آپ ہی کی طرف ہوگا۔

حامد۔ (پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے) ارے ہاں ۔۔۔۔ یہ تو ہوگا۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تحفہ خریدنے کے بعد مجھے کوئی عورت ۔۔۔۔

سعید۔ (اٹھ کھڑا ہوتا ہے) یا لڑکی کی تلاش کرنا پڑے گی جس کے ساتھ آپ شادی
کرسکیں۔

حامد۔ ہاں ایسی عورت .....

سعید یا لڑکی!

حامد یا لڑکی ... مجھے ہر حالت میں تلاش کرنا پڑے گا۔

سعید ہر حالت میں کیوں؟

حامد۔ ہر حالت میں نہیں۔ صرف اس حالت میں جب میں نے تحفہ خرید لیا ہو گا۔

سعید یہ حالت بہت ہی قابل رحم ہو گی۔

حامد۔ کچھ بھی ہو ... میں تحفہ خریدنے کا فیصلہ کرچکا ہوں ..... اب یہ تبدیل
نہیں ہوسکتا۔ آیئے چلیں .....

(حامد ٹوپی پہنتا ہے ..... سعید ذرا آئینے میں اپنے بال درست کرتا ہے۔
حامد میز پر سے اخبار اٹھاتا ہے)

حامد۔ چلیے!

سعید۔ چلیے!

(دونوں باہر نکل جاتے ہیں۔)

## دوسرا منظر

تحفوں کی دکان ..... وسیع و عریض جگہ ہے، جہاں بے شمار الماریاں
دھری ہیں بڑے بڑے شیشے کے شوکیس رکھے ہیں۔ ہر ایک چیز جھل جھل
کر رہی ہے ... بہت سے گاہک جمع ہیں۔ کچھ آرہے ہیں کچھ جا رہے
ہیں ..... حامد اور سعید ادھر آتے ہیں۔ حامد کے ہاتھ میں اخبار ہے

(اس دوکان کا پتہ دیکھ رہا ہے ..... دوکان دار نئے گاہکوں کو دیکھ کر
متوجہ ہوتا ہے اور پاس آتا ہے۔

دوکاندار۔ فرمائیے۔

حامد۔ تحفوں کی یہی دوکان ہے۔ جس کا اشتہار.....

دوکاندار۔ آپ اس اخبار میں ملاحظہ فرما رہے ہیں..... آیئے..... آیئے.....

(دوکان کے ذرا اندر چلے جاتے ہیں ..... اتنے میں چند لمحات کے بعد
دو لڑکیاں آتی ہیں۔ بڑی تیز۔ بڑی طرار)

حمیدہ۔ (دوکان کے ملازم سے) تحفوں کی یہی دوکان ہے۔

ملازم۔ جی ہاں۔ یہی دوکان ہے اور گورنمنٹ سے رجسٹرڈ۔

حمیدہ۔ رجسٹرڈ؟

ملازم۔ جی ہاں ۔ اندر تشریف لے جائیے میم صاحب۔ (دونوں لڑکیاں
دوکان کے اندر چلی جاتی ہیں حمیدہ اس شوکیس کے پاس
پہنچتی ہے جہاں حامد دوکاندار کے پاس کھڑا ہے اور جھک کر
شوکیس میں رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔)

حامد۔ (دوکاندار سے) مجھے آپ کی سب چیزیں پسند آئی ہیں۔ (اچانک حمیدہ کی
طرف دیکھتا ہے) خاص طور پر وہ چیز تو خوب ہے.....
(حمیدہ کے گال ایک دم سرخ ہو جاتے ہیں)

دوکاندار۔ کونسی؟

حامد۔ (دوکان کے ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے) وہ تیلی جو اس کونے کی
زینت بڑھا رہی ہے

دوکاندار۔ قدر افزائی کا شکریہ..... فرمایئے کون سا تحفہ باندھ دوں؟

میرا ذاتی خیال ہے کہ ....

حامد۔ فرمائیے فرمائیے ۔ آپ کا ذاتی خیال کیا ہے (حمیدہ کی طرف دیکھتے ہوئے)

دوکاندار۔ کس کے متعلق؟

حامد۔ (چونک کر) ان ہی ...... ان ہی تحفوں کے متعلق!

دوکاندار۔ میرا ذاتی خیال ہے .. مگر آپ کس تقریب کے لئے تحفہ چاہتے ہیں؟

حامد۔ ہاں یہ بتانا واقعی ضروری ہے (آواز دیتا ہے) سعید صاحب ....
سعید صاحب!

سعید۔ حاضر ہوا۔

حامد۔ آپ انہیں بتا دیجئے کہ مجھے کس تقریب کے لئے تحفہ چاہئے۔

(حمیدہ کھل کھلا کر ہنستی ہے)

حامد۔ یہ کون ہنسا؟

دوکاندار۔ لڑکیاں ہیں۔ ہنس رہی ہیں۔

حامد۔ ہاں لڑکیاں ہیں ہنس رہی ہیں .. قصہ یہ ہے کہ مجھے اپنی بیوی کے لئے
... میرا مطلب ہے کہ اس بیوی کے لئے جو میری بیوی ہونی چاہئے۔
اور بہت جلد ہونی چاہئے۔ مجھے ایک تحفہ خریدنا ہے۔ ہم دونوں نے
یہی فیصلہ کیا ہے حالانکہ میں اپی سالگرہ منا سکتا تھا۔

دوکاندار۔ اس میں کیا تک ہے .... میرا ذاتی خیال ہے۔

(حمیدہ ہنستی ہے۔)

دوکاندار۔ یہ کون ہنسا؟

سعید۔ لڑکیاں ہیں ہنس رہی ہیں!

حامد۔ ہاں لڑکیاں ہیں۔ انہیں ہنسنا ہی چاہئے۔

دوکاندار۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اب، آپ کو جلدی کوئی تحفہ خرید لینا چاہئے کیوں
کہ.....

حامد۔ میں اپنا تحفہ منتخب کر چکا ہوں۔

دوکاندار۔ فرمایئے ؟

حامد۔ (شوکیس میں سے دو چوڑیاں نکالتا ہے جس پر میناکاری کا کام ہے) یہ
دو چوڑیاں جو اس خوب صورت بکس میں دو حسین کلائیوں کو دعوت دے
رہی ہیں۔

دوکاندار۔ (بکس لے کر) واہ وا ..... کیا تحفہ چنا ہے آپ نے ..... میرا ذاتی
خیال ہے کہ ....

(تیز قدمی سے حمیدہ آتی ہے۔)

حمیدہ۔ (دوکاندار سے) اس تاش کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟

حامد۔ بہت خوب صورت ہے۔ خصوصاً.....

حمیدہ۔ میں نے آپ کی رائے طلب نہیں کی۔

سعیدہ۔ کچھ میں عرض کروں۔

حمیدہ۔ جی نہیں (دوکاندار سے) فرمایئے اس کے متعلق آپ کی ذاتی رائے
کیا ہے ؟

دوکاندار۔ بڑا خوب صورت ہے۔ دیرپا ہے اور ایک تحفہ چیز ہے۔ وہ خوش
نصیب ہو گا۔ جسے آپ یہ تحفہ دیں گی۔

حامد۔ یعنی اگر وہ فلش کھیلے گا تو خوب جیتے گا۔

حمیدہ۔ آپ نے کیسے جانا کہ میں یہ تاش کسی کو تحفہ دینے ہی کے لئے خرید رہی
ہوں..... آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تاش میں نے صرف اپنے

لئے خریدا ہے .... (دوکاندار سے) پیک کرا دیجئے اسے (بٹوہ کھول کر) یہ لیجئے اس کی قیمت۔

حامد۔ (چوڑیوں کا بکس دوکاندار کو دیتے ہوئے) پیک کرا دیجئے اسے (جیب سے دام نکال کر دیتے ہوئے) لیجئے قیمت!

(دوکان دار دونوں چیزیں لے کر چلا جاتا ہے)

حمیدہ۔ (اپنی سہیلی کو آواز دیتی ہے) سعیدہ!

سعید۔ ارشاد

حمیدہ آپ کا نام سعیدہ ہے؟

سعید۔ جی نہیں ..... فقط سعید، ہائے ہوز کے بغیر.....

(سعیدہ آتی ہے۔)

حمیدہ۔ (حامد کی طرف دیکھ کر سعیدہ سے) کیوں سعیدہ، میں نے یہ تاش اپنے لئے خریدا ہے یا کسی اور کے لئے؟

سعیدہ۔ اپنے لئے

حامد۔ یہ اور بھی اچھا ہے۔

حمیدہ۔ کیوں؟

حامد۔ اس لئے کہ چوڑیاں بھی میں نے اپنے لئے خریدی ہیں۔

حمیدہ۔ (مسکرا کر) آپ خود پہنئے گا۔

حامد۔ جی ہاں فی الحال خود ہی پہنوں گا جب تک .... آپ تاش بھی فی الحال اکیلے ہی کھیلیں گے۔

حمیدہ فی الحال میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور میں سمجھتی ہوں کہ فی الحال ہمیں یہ گفتگو بند کر دینی چاہئے۔

(دکاندار آتا ہے۔)

دوکاندار۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ......

حامد۔ فی الحال اپنے ذاتی خیال کو موقوف رکھیے..... لایئے میری چوڑیاں۔

حمیدہ لایئے میرا تاش

دوکان دار دونوں کے پیکٹ دونوں کے حوالے کر دیتا ہے۔...

(سب باہر نکلتے ہیں)

## تیسرا منظر

ہوسٹل کا وہی کمرہ جو ہم پہلے منظر میں دکھا چکے ہیں.... حامد کرسی پر بیٹھا ہے سامنے تپائی رکھی ہے جس پر تاش کے پتے بکھرے ہوئے ہیں حامد انہیں اکٹھا کرتا ہے پھینٹتا ہے..... اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور سامنے دیوار پر چغتائی کی پینٹنگ کی طرف دیکھ کر گانا شروع کر دیتا ہے۔

گیت

نیندوں سے لبریز ہیں آنکھیں جیسے خواب رسیلے
ترچھی نظریں یوں پڑتی ہیں جیسے بان کٹیلے
چال میں ایسا دم خم جیسے رک جانے کے حیلے
زہر ہی پر کون ہے جو یہ زہر نہ بڑھ کر پی لے

ہونٹوں پر ان سپنے نشانے جھیل ہیں جیسے تارے
نانک چتون میں وہ تھل تھل جو کھیلے سو ہارے
چہرے پر لالی سی جیسے کلیاں ندی کنارے

حسن کے اس امڈتے دھارے میں ڈھونڈے کون سہارے

حامد۔ (پھر کرسی پر بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر گیت کی دھن گنگنانے کے بعد تاش کے پتے ایک ایک کر کے پھینکتا ہے) بادشاہ.... بیگم.... اور یہ کہ.... راؤنڈ بن گئی (گنگناتا ہے)..... حسن کے اس امڈتے دھارے میں ڈھونڈے کون سہارے؟ (پھر پتے پھینکتا ہے) ستا.... اٹھا.... اور.... یہ نہلا۔ یہ بھی راؤنڈ بن گئی۔

(سعید اندر داخل ہوتا ہے)

سعید۔ آپ راؤنڈیں کیا بنا رہے ہیں.... ارے.... یہ تو اسی قسم کا تاش ہے۔

حامد۔ اجی نہیں.... اسی قسم کا تاش نہیں بلکہ وہی تاش ہے۔

سعید۔ (حیرت سے) آپ کا مطلب؟

حامد۔ (اٹھ کر تاش پھینٹتے ہوئے) بالکل واضح ہے۔

سعید (کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) یعنی؟

حامد۔ دیکھئے میں آپ کو بتاتا ہوں (تاش کے پتے تپائی پر پھینکتا ہے) یہ دہلا.... یہ بیگم.... اور یہ غلام.... دیکھا آپ نے.... اب آپ خود ہی سوچ لیجئے۔ یہ کیا معاملہ ہے۔

سعید۔ آپ خود ہی بیان فرمائیے۔

حامد۔ (گاتا ہے) ہونٹوں پر ان سنے ترانے جھیل میں جیسے تارے.... یہ ان سنے ترانے آپ نہیں سن سکتے۔

سعید۔ یہ آپ کیا پہیلیاں بجھوا رہے ہیں مجھ سے.... میں پوچھتا ہوں یہ تاش آپ کے پاس کیسے آگیا؟

حامد آگیا.... خوش بخت دار سعید.... میں نے آج نوٹ بک کھول کر دیکھی تو

معلوم ہوا کہ آج ہی میری سالگرہ ہے ... سو اپنی سالگرہ کا تحفہ مجھے مل گیا اور وہ دو چوڑیاں ادھر چلی گئیں۔

سعید۔ کدھر؟

حامد۔ ادھر ہی۔ میری ہونے والی بیوی کے پاس۔

سعید۔ (اٹھ کھڑا ہوتا ہے) میرا ذاتی خیال ہے کہ دکاندار کی غلطی سے پیکٹ بدل گئے ... آپ کی چوڑیاں ادھر چلی گئیں اس کا تاش ادھر آگیا

حامد آپ کا ذاتی خیال دو دکاندار کے ذاتی خیال سے بہت زیادہ درست ہے

سعید۔ اب آپ کیا کیجیے گا؟

حامد۔ کچھ بھی نہیں ..... تاش کھیلا کروں گا۔

سعید۔ اور وہ چوڑیاں پہنا کرے گی۔

حامد۔ کیا حرج ہے؟

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

حامد۔ کون ہے؟

تار والا (باہر سے) تار والا حضور۔

(حامد تاش کو تپائی پر رکھ کر باہر نکلتا ہے۔ چند لمحات تک سعید اکیلا تاش کے پتے ایک ایک کر کے تپائی پر پھینکتا ہے)

سعید۔ راؤنڈ ـــــ حد ہو گئی ہے

(حامد تار لئے اندر آتا ہے)

حامد۔ کیا ہوا؟

سعید۔ ایک راؤنڈ بن گئی تھی ـــــ آپ سنائیے خیریت تو ہے!

حامد۔ قبلہ والد صاحب کا تار ہے۔

سعید۔ کیا فرماتے ہیں
حامد۔ فرماتے ہیں فوراً چلے آؤ...... ایک ضروری کام ہے۔
سعید۔ یہ ضروری کام کیا ہو سکتا ہے؟
حامد۔ ڈپٹی صاحب ہی جانیں..... سوال تو یہ ہے کہ اب جانا پڑے گا.....
(سعید کے ہاتھ سے تاش لیتا ہے) دیکھئے اگر سوئے اتفاق سے میری غیر حاضری میں آپ کی ان سے ملاقات ہو جائے اور وہ اس تاش کے بارے میں استفسار کریں تو....
سعید میں اپنی لاعلمی کا اظہار کروں، لیکن اگر وہ اسی قسم کا دوسرا سودا کرنا چاہیں۔
حامد۔ تو میری طرف سے آپ کو اس کی کھلی اجازت ہے۔
سعید تو چلئے، اپنا اسباب بند کیجئے۔

## چوتھا منظر

ڈپٹی صاحب کا گھر.... ہال کمرہ..... پر تکلف طریقے پر سجا ہوا۔ ڈپٹی صاحب دوہرے بدن کے بزرگ ہیں آرام کرسی پر بیٹھے ایک موٹا سگار پینے میں مصروف ہیں۔ ان کے پاس حامد کھڑا ہے جیسے وہ ابھی اسٹیشن سے آ رہا ہے۔

حامد۔ میں آپ کا تار ملتے ہی چل پڑا۔
ڈپٹی صاحب۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ کیونکہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔
حامد۔ کس میں؟
ڈپٹی صاحب۔ تمہاری شادی میں۔

حامد۔ (حیرت سے) میری شادی ہیں... یعنی میری شادی ہو رہی ہے۔
ڈپٹی صاحب قطعی طور پر ہو رہی ہے۔
حامد۔ کس کے ساتھ؟
ڈپٹی صاحب۔ ایک لڑکی کے ساتھ!
حامد۔ جس کو میں بالکل نہیں جانتا۔
ڈپٹی صاحب۔ ہاں! جس کو تم بالکل نہیں جانتے۔
حامد۔ اور شادی میری ہو رہی ہے؟
ڈپٹی صاحب۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟
حامد۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ شادی منظور نہیں۔
ڈپٹی صاحب۔ (غصّے میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں) کیا کہا؟
حامد۔ ابا جی یہ سراسر ظلم ہے۔ میں کیسے اپنی شادی پر رضامند ہو سکتا ہوں...
... میں لڑکی کو جانتا نہیں ... اس کی شکل سے ناواقف ہوں۔ جانے
کس مزاج کی ہے .... کیسے خیالات رکھتی ہے ........ میری عدم
موجودگی میں مجھ سے مشورہ لیے بغیر آپ نے اتنا بڑا فیصلہ صادر کر دیا
ڈپٹی صاحب۔ میں تمہارا باپ ہوں۔
حامد۔ درست ہے لیکن ... لیکن ... ابا جی ... آپ خدا کے لئے اتنا تو
سوچیں۔ پڑھا لکھا آدمی ہوں۔ روشن خیال ہوں ... دل میں جانے
کیا کیا امنگیں ہیں اور پھر ... اور پھر ..... اب میں آپ سے کیا کہوں
مجھے معلوم ہوتا کہ آپ مجھے یہاں بلا کر یہ فیصلہ سنانے والے ہیں تو میں کبھی
نہ آتا کہیں بھاگ جاتا ... خودکشی کر لیتا۔
ڈپٹی صاحب۔ میں تمہاری یہ بکواس سننے کے لئے تیار نہیں۔

حامد۔ میں شادی کرنے کے لئے بھی تیار نہیں۔
ڈپٹی صاحب۔ دیکھوں گا تم کیسے نہیں کرتے ۔

(غصّے میں بھرے کمرے سے باہر چلے جاتے ہیں)

حامد۔ (اپنے آپ سے) عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہوں .... کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں .... شادی نہ ہوئی کھیل ہو گیا .... کیا کروں کیا نہ کروں، میری جان عجب مصیبت میں پھنس گئی ہے (باپ کے الفاظ دہراتا ہے۔) دیکھوں گا تم کیسے شادی نہیں کرتے ..... چلئے فیصلہ ہو گیا .... اب چاہے میری ساری زندگی تباہ ہو جائے (جیب میں سے تاش کا پیکٹ نکالتا ہے ... صوفے پر بیٹھ جاتا ہے اور پتے پھینٹتے ہوئے کہتا ہے) یہ تاش ہی اب میری قسمت کا فیصلہ کرے گی .... اگر تین پتوں نے راؤنڈ نہ بنائی تو میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ اور اگر راؤنڈ بن گئی تو ... قہر درویش برجان درویش کر لوں گا .... جب شادی کو کھیل ہی سمجھا گیا ہے، تو یوں ہی سہی۔ میں بھی اس کا فیصلہ پتوں ہی سے کروں گا (ایک ایک کرکے تین پتے پھینکتا ہے) دُکی .... تکی .... اور .... یہ چوکا .... لعنت (تاش کی گڈی زمین پر پٹک دیتا ہے) آخری سہارا بھی دھوکا دے گیا۔

(حامد کی ماں جلدی جلدی کمرے میں داخل ہوتی ہے)

ماں۔ یہاں بیٹھے تاش کھیل رہے ہو ... ماں سے نہیں ملنا تھا؟
حامد (ماں کی طرف بڑھتے ہوئے) .... امّی جان .... امی جان .... میں شادی نہیں کروں گا۔
ماں۔ یہ کیا بیہودہ بک رہے ہو؟
حامد۔ نہیں امّی جان .... مجھے ایسی شادی منظور نہیں۔ یعنی مجھ سے پوچھے

بغیر میری شادی کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔

ماں۔ اس میں پوچھنے کی بات ہی کیا تھی۔ ماں باپ اندھے تو نہیں ہوتے۔

حامد۔ مجھے تو آپ لوگوں نے اندھا ہی سمجھا۔

ماں۔ ہم نے جو کچھ کیا ہے، ٹھیک کیا ہے۔

حامد۔ میں مر جاؤں گا۔ لیکن اس طرح شادی کبھی نہیں کروں گا۔

ماں۔ کچھ ہوش کی دوا کرو۔ جو منہ میں آتا ہے بک دیتے ہو۔

حامد۔ آپ تو چاہتی ہیں بس گلا ہی گھونٹ دیں۔ آدمی اُف تک نہ کرے

ماں۔ بڑا ظلم ہوا ہے تم پر۔

حامد۔ اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہو گا یعنی میری ساری زندگی پر کاجل کا لیپ کیا جا رہا ہے..... مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک اندھیرے غار میں ڈھکیلا جا رہا ہے..... اور ابھی کچھ ظلم نہیں ہوا.... امی جان سچ کہتا ہوں اسے دھمکی نہ سمجھئے زہر کھا لوں گا۔ گاڑی کے نیچے جا مروں گا اور ایسی شادی کبھی نہ کروں گا۔

ماں۔ تم پیدا ہی نہ ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ آج مجھے یہ دن دیکھنا تو نصیب نہ ہوتا (گلے میں آواز رندھ جاتی ہے)، میں نے کس چاؤ سے تمہاری نسبت ٹھہرائی تھی۔

(رونا شروع کر دیتی ہے)

(دور سے ثریا کی آواز آتی ہے، امی جان —— امی جان —— اس کے بعد وہ خود تیز قدمی سے اندر آتی ہے۔)

ثریا۔ امی جان آپ ادھر ہیں —— اخاہ بھائی جان ..... آپ تشریف لے آئے —— امی جان میں آپ کو ادھر دیکھ رہی تھی .....

ماں۔ کیا ہے؟

ثریا۔ ناپ لے آئی ہوں امّی جان ...... لیکن کن مشکلوں سے ملا ہے ...... پر آپ خاموش کیوں ہیں؟ ــــــــ رو کیوں رہی ہیں بھائی جان کیا بات ہے؟

ماں۔ سنار باہر بیٹھا ہے؟

ثریا۔ ہاں بیٹھا ہے

ماں۔ اس سے کہہ دے کہ چلا جائے ...... ہمیں کنگنیاں نہیں بنوانا ہیں۔

ثریا یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں امّی جان .... ناپ لے آئی ہوں۔

ماں ثریا تو اس وقت جا .... میری طبیعت ٹھیک نہیں .... سنار سے کہہ دے کل آئے۔

ثریا۔ اس کا مطلب ہے ناپ موجود ہے تو پھر وہ کل کیوں آئے آج ہی کیوں نہ کام شروع کر دے تا کہ وقت پر مل جائے۔

ماں۔ جو دل میں آئے۔ کر۔ مجھ نصیبوں جلی کو نہ ستا۔

ثریا جانے آپ کس بات پر بھری بیٹھی ہیں۔ ستائیں آپ کو حامد بھائی جان اور کوسا مجھے جائے ...... وہ تو خیراب نخرے کریں ہی گے، بات بات پر بگڑیں گے ...... شادی جو ہو رہی ہے .... اچھا خیر، اس قصے کو چھوڑیئے مجھے اس کے لئے تحفہ خریدنا ہے۔ ابھی وہاں گئی تو معلوم ہوا کل اس کی سالگرہ ہے ... کچھ روپے دیجئے مجھے!

ماں۔ میں کہتی ہوں دفان ہو یہاں سے۔ مغز نہ چاٹ (میرا اچلی جاتی ہے)

ثریا ۔ (غصّے میں حامد کی طرف بڑھتی ہے) حامد بھائی جان .... آپ کیوں منہ میں گھنگھنیاں ڈالے کھڑے ہیں ۔ جیسے آپ کے منہ میں زبان ہی نہیں ایک تو میں آپ کے کام کرتی پھروں اور پھر الٹا جھڑکیاں کھاؤں ۔

حامد ۔ میں اس وقت کوئی بات نہیں کرنا چاہتا ۔

ثریا ۔ تو لیجیے ۔ یہ ناپ کی چوڑی آپ سنبھالیے ۔ باہر سنار بیٹھا ہے اس سے جو کہنا ہو کہہ دیجیے (حامد کے ہاتھ میں غصّے سے چوڑی رکھ دیتی ہے)

حامد ۔ (چوڑی دیکھ کر) ثریا ۔ بات سنو ... یہ چوڑی تم نے کہاں سے لی ؟

ثریا ۔ کہیں سے بھی لی ہو ۔ آپ کو اس سے کیا ؟

حامد ۔ میں سمجھ گیا ۔ میں سمجھ گیا ۔ لیکن یہ واقعی اسی کی ہے نا ... اسی کی ؟

ثریا نہیں بتاتی ۔

حامد ۔ میری اچھی بہن جو ہو ئیں ـــ بتاؤ کس کی ہے ؟

ثریا سمجھ گئے لیکن بار بار پوچھیں گے ..... مزہ آتا ہے ..... آپ کی ہونے والی بیوی کی ہے جس کی کلائی سے زبردستی اتار کے لائی ہوں ۔

حامد ۔ زبردستی ۔ کیوں وہ اتارنے نہیں دیتی تھی ؟

ثریا ہاں ، کہتی تھی ، نہیں میں یہ چوڑی کبھی نہیں دوں گی ۔ کسی کا تحفہ ہے .... تم کوئی اور لے جاؤ ۔

حامد ۔ اچھا ۔

ثریا ۔ پر میں ایک اور بہانے سے لے آئی کہ مجھے بھی ایسا ہی جوڑا منگوانا ہے ۔

حامد ۔ (خوش ہو کر) دہ مارا ! (بہن کو گلے لگا لیتا ہے)

ثریا ۔ یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو ؟

حامد جیجیہ ... اب میں ضرور شادی کروں گا ... اب میں ضرور شادی کرونگا ۔ امی جان کہاں سا ہیں ؟

ثریا - یہ دیوانہ پن ہے ؟

حامد - اب میں ضرور شادی کروں گا - اب میں ضرور شادی کروں گا -

ثریا - یا وحشت !

حامد - آج اس کی سالگرہ ہے نا ؟ (تاش کے پتے اٹھانا شروع کرتا ہے)

ثریا - ہے تو سہی - پر یہ آپ تاش کے پتے کیا اکٹھے کر رہے ہیں -

حامد - ٹھہر دا بتاتا ہوں - (تاش کے پتے اکٹھے کر کے بکس میں ڈالتا ہے)

ثریا تم اسے کوئی تحفہ دینا چاہتی ہو نا ؟

ثریا - جی ہاں !

حامد - تو ایسا کرو یہ تاش لے جاؤ -

ثریا - تاش ؟

حامد - ہاں - تم یہ پیکٹ اسے تحفے کے طور پر دے دو اور پھر دیکھو کیا ہوتا ہے

میرے منہ کی طرف کیا دیکھتی ہو ؟ - نہیں تو دیا ، اس سے بہتر اور تحفہ نہیں

ہو سکتا ... (گاتا ہے)

ہونٹوں پر ان سنے ترانے جیسے پاؤں جیسے ہمارے

بانکی پتوں میں وہ چلیں تو کھیلے سو بارے !

پھر سے پر لائی ہیں جیسے کھلیاں انار کی کٹارے

شمن کے اس اندر سے و ہارے ہیں ڈھونا کہ ہمارے

— پردہ —

# روح کا ناٹک

کردار

| | |
|---|---|
| نمبر ایک | روح کا ناطق وجود |
| نمبر دو | روح کا جذباتی وجود۔ |
| نمبر تین | روح کا سفری وجود |
| بیوی نمبر ایک۔ | بیوی کے متعلق نمبر ایک کا خیال |
| بیوی نمبر دو | بیوی کے متعلق نمبر دو کا خیال |
| رقاصہ نمبر ایک | رقاصہ کے متعلق نمبر ایک کا خیال |
| رقاصہ نمبر دو۔ | رقاصہ کے متعلق نمبر دو کا خیال |

——— اور ایک پورٹر ———

حضرات! یہ ڈرامہ جو تھوڑی دیر میں آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کیا جائے گا، معمولی ڈرامہ نہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ آپ کو غور سے سننا ہوگا۔ تاکہ آپ اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ سکیں۔ ڈرامے کا نام ہے "روح کا ناٹک"

اور یہ ڈرامہ روح کے اندر آدھے سیکنڈ کے عرصے میں کھیلا گیا ہے یوں تو ہر روز آپ کی ہماری روح کے اندر کئی ڈرامے کھیلے جاتے ہیں مگر آج تک کسی نے ان کو پیش نہیں کیا اور نہ کسی نے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ ڈرامے کیوں ہوتے ہیں۔

سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ روح مجموعہ ہے تین ذاتوں کا، جن کی نیچر جدا جدا ہے۔ مثال کے طور پہ اگر الف کو ایک آدمی فرض کر لیا جائے تو اس کے تین حصے یہ ہوں گے الف نمبر ایک، الف نمبر دو، الف نمبر تین...!

نمبر ایک روح کا وہ حصہ ہے جو اچھائی اور برائی میں تمیز کرتا ہے۔ اسے ہم ضمیر کہتے ہیں...!

نمبر دو جذباتی وجود ہے جو راگ رنگ اور عیش چاہتا ہے۔

نمبر تین روح کا وہ حصہ ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتا اور دنیوی جھگڑوں میں خود کو نہیں پھنساتا... یہ مسافر ہے جو سدا سفر میں رہتا ہے اب آپ مجھ سے یہ پوچھیں گے کہ روح کے یہ تین حصہ دار کہاں رہتے ہیں۔ میں بتاتا ہوں پرانے زمانے میں لوگوں کا خیال تھا کہ روح یعنی آتما جگر میں رہتی ہے اس ڈرامے کا لکھنے والا کہتا ہے کہ روح ہمارے سینے کے اس حصے میں رہتی ہے جس پر ہاتھ مار کر ہم عام طور پر کہا کرتے ہیں "میری روح کو بڑا دکھ ہوتا ہے" یا "میری آتما کو سکھ اور چین مل گیا ہے" سو ہم بھی فرض کر لیتے ہیں کہ ہماری روح یا آتما دل کے پاس رہتی ہے چنانچہ جب آپ یہ ڈرامہ دیکھیں تو اس بات کا خیال رکھیں کہ نمبر ایک اور نمبر دو۔ آپ کو کئی مرتبہ دل سے باتیں کرتے دکھائی دیں گے۔ نمبر تین ڈرامے کے آخر میں بولے گا کیونکہ وہ تو نمبر ایک اور نمبر دو کے جھگڑوں میں دخل ہی نہیں دیا کرتا ——

لیجیے اب ڈرامہ شروع ہوتا ہے۔

## منظر

پردہ اٹھتا ہے۔ اسٹیج پر ایک قد کے تین آدمی نظر آتے ہیں۔ جذباتی وجود نے شوخ رنگ کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اس کے چہرے کے خدوخال ہی سے جذباتی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔۔ منطقی وجود کے لباس میں سنجیدگی ہے شکل و صورت سے فلاسفر معلوم ہوتا ہے۔۔۔ سرمدی وجود عقب میں سفری لباس پہنے کھڑا ہے جیسے پلیٹ فارم پر اپنی گاڑی کا انتظار کر رہا ہے اسے منطقی اور جذباتی وجود سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اسٹیج کے ایک کونے میں بہت بڑا دل بنا ہے جو دھڑک رہا ہے۔ دل کے ساتھ کئی تار لٹکے ہیں ان تاروں میں سے ایک کے ساتھ ٹیلی فون لگا ہے۔۔۔ جذباتی وجود ننگے پیر چوراس ٹیلی فون کے پاس آتا ہے اور چونگا اٹھا کر بات کرتا ہے۔۔۔ نمبر دو، ہلو۔۔۔ ہلو ہلو۔۔۔ ارے بھئی سنتے ہو کہ نہیں۔ اتنے اونچے سروں میں چلّا رہا ہوں اور تمہیں سنائی نہیں دیتا کیا۔۔؟ تمہارے کانوں میں گونج پیدا ہو رہی ہے۔ ہونی چاہئے اس لیے کہ تمہاری رگیں بالکل ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔۔۔ لو اب سنو! برانڈی پیو۔۔۔ برانڈی۔۔۔ سمجھے؟۔۔

نمبر ایک۔ پر یاد ہے کہ اس کے حلق میں یہ تیسری بوتل تم ہی انڈیل رہے ہو۔ تمہارا وقت تو یوں ہی کٹ جاتا ہے۔ پر شامت اس بیچارے دل کی آتی ہے۔ دیکھو تو کس زور سے دھڑک رہا ہے۔۔۔؟

نمبر دو۔ دھڑکنے دو۔۔۔ اس کا دل دھڑکنا ہی تو زندگی کی نشانی ہے۔ تم تو

چاہتے ہو کہ اس پر غشی کی حالت طاری رہے اور ہمارے تیسرے ساتھی
(سرمدی وجود کی طرف اشارہ کرکے) کے مانند بالکل گونگا ہو جائے..
واہ کیا کہنے ہیں اس زندگی کے۔؟

نمبر ایک۔ میں کہتا ہوں۔ اگر یہ اسی رفتار سے دھڑکتا رہا تو یوں چٹکیوں میں بند ہو
جائے گا۔ پھر کبھی نہیں دھڑکے گا...؟

نمبر دو۔ نہ دھڑکے... پھر کیا ہوا۔ آخر اسے ایک روز خاموش ہونا ہی ہے...؟

نمبر ایک۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ تم نے تو میرے ہی لفظ دہرائے ہیں...؟

نمبر دو۔ کبھی کبھی تم عقل کی بات کہہ دیا کرتے ہو۔

نمبر ایک۔ دیکھو جو کہنا ہو زبانی کہو.... رگوں کو ہاتھ لگایا تو بہت برا ہوگا۔
میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ...

(جذباتی وجود جب بھی تاروں کو ہاتھ لگاتا ہے ان میں جھنکار پیدا ہوتی ہے)

نمبر دو۔ (غصے میں) کہہ چکے ہو کون کہہ چکا ہے.... اور کس حق کی بنا پر... کون
کہتا ہے جو نوکروں کی طرح مجھ پر حکم چلائے... میں شاعر ہوں... عشق
و محبت کی آواز... میرے بغیر دنیا... مٹی کا ایک ڈھیر ہوتی ہے... ایک
مرگھٹ... عشق و محبت نہ ہو۔ تو ہر شے بے جان ہے... مردہ ہے...

نمبر ایک۔ تم بکواس کرتے ہو۔

نمبر دو۔ جو کچھ میں کہتا ہوں بالکل درست ہے.... ہاں تو یہ بتاؤ۔ اگر ہم شراب
پیتے ہیں۔ تو اس میں قصور کس کا ہے؟

نمبر ایک۔ (طنز یہ انداز میں) تمہارا تو ہونے سے رہا۔ جو ہر وقت شراب شراب کی رٹ
لگائے رکھتا ہے۔

نمبر دو۔ اور اس رٹ لگانے کے باعث پر بھی جناب نے غور فرمایا۔ کیا یہ آپ کی

صحبت کا نتیجہ نہیں جس میں ہر دم گلا گھونٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔

نمبر ایک۔ بھئی دیکھو۔ ذرا انصاف سے کام لو۔۔۔ ایمان سے کہو۔ اس بیچارے دل کی بدبختیوں کا موجب میں ہوں۔۔۔۔۔ یا تم۔۔ یقیناً تم ہو۔۔۔ تم جذباتی انسان۔۔ کبھی سوچا ہے کہ تم کیا ہو۔۔۔ لو مجھ سے سنو۔۔۔ تم خود غرض رند ہو۔۔۔ ایک تباہ شدہ انسان ہو۔۔ نہ تم نے کبھی مطالعہ میں دلچسپی لی۔۔۔۔ نہ تم نے کبھی عقل کا کام کرنے کی کوشش کی۔ خودداری اور اخلاق کے پیچھے تم لٹھ لیے پھرتے ہو۔۔۔

نمبر دو۔ تم دوسروں کی کھینچی ہوئی لکیروں پر چلنے والے ناصح ہو۔۔۔ ایک خشک کتابی کیڑے۔۔۔۔

نمبر ایک۔ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔

نمبر دو۔ میں بھی تم کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔

(جذباتی وجود زور سے دل کی تاروں کو چھیڑتا ہے۔ زور کی جھنکار پیدا ہوتی ہے)

نمبر ایک۔ پرے ہٹ جاؤ۔ خبردار جو میری رگوں کو چھیڑا۔۔۔

نمبر دو۔ تم بیچ میں ٹرانا کیا شروع کر دیتے ہو یہ رگیں جیسی تمہاری ہیں میری بھی ہیں ان کو چھیڑنے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو کیا مجھے نہیں ہوتی۔۔۔ اور جب تمہاری مہربانی سے میری رگیں بے حس ہو جاتی ہیں تو کیا میں گدھے کی مانند بیوقوف نہیں ہو جاتا۔ اس وقت تجھ میں اور مجھ میں فرق ہی کیا رہتا ہے میں انھیں چھیڑوں گا۔۔۔۔ جب جی چاہے چھیڑوں گا۔۔۔ ہر وقت چھیڑوں گا رگیں تنی رہیں تو مزا ہے۔۔۔ اس طرح وہ ریاکو کا طنبورہ بن جاتی ہیں جن پر میں آزادی اور محبت کے نغمے الاپ سکتا ہوں۔

(دل کے تاروں کو چھیڑتا ہے دل زیادہ تیزی سے دھڑکنا شروع کرتا ہے)

نمبر دو۔ (دل سے مخاطب ہو کر) پی، پی، اور خوب پی، جی بھر کے پی۔ ۔ ۔

نمبر ایک۔ ایسا شربت جو تیرے سینے کی آگ ٹھنڈی کرے۔

نمبر دو۔ ایسی شراب جو پھیلی ہوئی آگ ہو جو تیرے لہو کے ہر قطرے کو ایک لپکتا ہوا شعلہ بنا دے۔

نمبر ایک۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ شراب نہیں، شربت، کیا کہا۔ ۔ شربت نہیں رہا۔ ۔ ختم ہو گیا۔ ۔ ۔ تو سوچتا کیا ہے، جا بھاگ کے عطار کی دکان سے لے آ۔ ۔ ۔

(دونوں وجود کچھ دیر تک اسٹیج پر ادھر ادھر ٹہلتے پھرتے ہیں)

نمبر ایک۔ اب جوش ٹھنڈا ہوا۔

نمبر دو۔ تم ہو کون پوچھنے والے؟

نمبر ایک۔ کیا نظر نہیں آتا؟

(دونوں وجود پھر ادھر ادھر ٹہلنے لگ جاتے ہیں۔ سرمدی وجود کے پاس جا کر دونوں ایک دم رکتے ہیں ——)

نمبر ایک۔ یہ کون ہے؟

نمبر دو۔ نمبر تین۔ ۔ ۔ تمہارا خاموش بھائی۔ ۔ ۔ ہمیشہ کی طرح چپ چاپ سو رہا ہے۔ ۔ ۔ اگر اسے تنگ کیا یا ستایا تو یاد رکھنا۔ تمہارے حق میں اچھا ثابت نہ ہوگا۔ ۔ اس کو چھوڑو۔ ۔ ۔ تم یہ بتاؤ کہ اس عورت میں تم نے کیا دیکھا جو یوں بری طرح لٹو ہو گئے ہو۔ اس کی ہوشیاری اور چالاکی کو تم نے پسند کیا۔ یہی ہے نا۔ ۔ ۔ پر اتنی سی بات کے لیے اپنی بیوی اور بچوں کو ٹھکرا دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ۔ برداشت کرنا دوست تمہارا یہ فعل اچھا نہیں۔ یہ جدا بات ہے کہ ہم جنگلی اور وحشی آدمی بن جائیں، اور ہر روز ایک نئی عورت اپنے گھر لے آئیں

چلے جائیں جسم پر غور کریں اور ایک خوب صورت ... اور غیر فانی مندر کی خوبصورت عمارت پر غور ہی نہ کریں ... میرا مطلب روح سے ہے سمجھے ؟ ہوں ، تمہارے عقیدوں اور تمہارے خیالات کی کسے پرواہ ہے. جب کہ وہ حسین ہے .... وہ حسین ہے اور حسن کے سامنے ایسی بیہودہ منطق نہیں چل سکتی ...

نمبر ایک - تم جیسے وحشی انسان کے آگے منطق چلانا اور بھینس کے آگے بین بجانا ایک ہی بات ہے ... لیکن آدمی ...

نمبر دو - تو یہ کہیے احمق اور پاگل سے واسطہ پڑا ہے ... تم ایسے خشک مزاج ساتھی کی محبت میں مجھے کس قدر کوفت اٹھانا پڑتی ہے ۔

نمبر ایک - تمہیں کیا ہو گیا ہے - پہلے تم ایسی باتیں نہیں کرتے تھے ۔

نمبر دو - ٹھیک کہتے ہو ... جب ہم دونوں ایک ساتھ مل کر کام کرتے تھے تو مجھے تم سے کوئی شکایت نہ تھی بلکہ میں تم کو اچھا سمجھتا تھا - میں تمہاری پرانی خدمات ہرگز نہیں بھول سکتا - مجھے یاد ہے کہ جب میں اینٹے کی محبت میں گھلا جا رہا تھا تو تم نے میری کافی مدد کی تھی - اس محتاط اور ہوشیار لڑکی کو پھانسنے اور اس کے ماں باپ کو آمادہ کرنے میں تم نے واقعی بہت کام کیا پر کچھ عرصے سے تم کم عقل ہو گئے ہو - زنگ لگے استرے کی مانند کند ہو گئے ہو ۔

نمبر ایک - اس نوازش کا شکریہ ... میرا احساس اگرچہ تیز نہیں لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ رائے مرتب کرنے میں تمہیں شراب نے کافی مدد دی ہے ۔

نمبر دو - بکواس بند کرو اور اس کے حسن کا ذکر چھیڑو ... وہ کتنی سندر ہے کتنی خوبصورت ہے تم ہمیشہ اس کے حسن کو بھول جاتے ہو اس کی نزاکت پر ہمیشہ تمہاری آنکھیں بند رہی ہیں ... میں خوب جانتا ہوں کہ وہ ایک معمولی ناچنے والی ہے مگر اس چھوٹی سی بات سے اس کے حسن میں تو فرق نہیں آتا - اس کی سندرتا تو کم نہیں

ہوتی ۔ ۔ ۔ ادھر آؤ، میں تمہیں یہ پری دکھاؤں ۔ ۔ ۔ ۔ آہ ! میری جان آ، اور
اسی انداز سے گا، جیسے تو کل پرسوں اور پہلے کئی بار گا چکی ہے ۔ گا اتنا گا کہ میرا
ہر ذرّہ ایک گونجتا ہوا سر بن جائے ۔

(رقاصہ نمبر دو چھم چھم کرتی اسٹیج پر آتی ہے اور دل کی دھڑکنوں کی
تال پر ناچنا اور گانا شروع کر دیتی ہے)

## گیت

بانکے گرو، کون ہو تم ؟ ۔ کون ہو تم ؟ ۔ کون ہو تم ؟ ۔ بانکے گرو کون ہو تم ؟
تم تھے ؟ ۔ کیا یہ ۔ تم تھے کل شب، میرے پریم دوارے میں
کیا جانو، کون آیا تھا، میرے دل کے اندھیارے میں
شب کی ڈراؤنی سائیں سائیں اور وہ ایک ٹیڑھی پرچھائیں، کون ہو تم، بانکے گرو
کون ہو تم، کون ہو تم کون ہو تم ۔ بانکے گرو کون ہو تم ؟
اس کے گرم لبوں پر میرے شیریں ہونٹوں کی بوچھار !
اس کے دھڑکتے دل پر میری مہکی زلفوں کے انبار
ہر جانب کلیاں ہیں کلیاں، کالی رات اندھیری گلیاں، کون ہو تم؟ بانکے گرو کون
ہو تم، کون ہو تم ۔ کون ہو تم، بانکے گرو کون ہو تم ؟
کون گرا تھا گود میں میری بے سدھ، بے پرواہ، بے جان، کس کو لگا کر سینے
سے میں نے پایا دو جگ کا گیان ۔
کیا تم ہو او جانے والے، میرے ہردے کے اجیالے، کون ہو تم، بانکے گرو ۔
کون ہو تم، کون ہو تم ۔ کون ہو تم، بانکے گرو کون ہو تم ۔ ۔ ۔

نمبر دو ۔ (مسحور ہو کر) مزا آگیا طبیعت شاد ہو گئی ۔ اس سرور، اس کیف کے آگے
دنیا ہیچ ہے ۔ یہ تیری گول گول باہیں، یہ تیرے نازک نازک پیر، اس بھری دنیا

میں ہے کوئی ایسا نرم قالین، جو اِن نازک پیروں کے لیے اپنا سینہ پیش کر سکے۔
... آ میری جان، میرے پاس آ، مجھ پر ناچ، میرے اندر ناچ اور سدا ناچتی رہ کہ تیرے سفید سفید ٹخنوں میں بندھے ہوئے گھنگروؤں کی جھنجھناہٹ میں سارے ہنگامے گم ہو جائیں۔ جھولا جھول۔ میرے پریم کا جھولا جھول اور سدا جھولتی رہ۔ آ میرے پاس آ، کہ میں تیرے ان مخملیں پیروں پر اپنا سر رکھ کر سکھ کی نیند سو جاؤں...

نمبر ایک۔ یہ دیوانگی ہے سراسر جہالت ہے... اسے چھوڑ دو، دُور، دفعان ہونے دو یہ تمہاری نظر کا دھوکا ہے، فریب ہے، وہ ایسی نہیں ہے جیسی کہ تم سمجھ رہے ہو، تم غازہ لگے گالوں اور مصنوعی بالوں سے پیار کرتے ہو۔ ... خدا جھوٹ نہ بلوائے تو تمہاری اس پری کی عمر چالیس برس سے ایک دن بھی کم نہیں۔ لات مار کر اسے اپنے سے الگ کر دو، تمہاری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں، آؤ اگر حقیقت دیکھنا ہو تو ادھر آؤ... میں تمہیں اس پری کی اصلی شکل دکھاؤں۔

(رقاصہ نمبر ایک، ایک بدصورت عورت اسٹیج پر نمودار ہوتی ہے)
دیکھ لیا، کہاں گئے اس کے وہ نازک نازک پیر۔ کہاں گئے اس کے کالی کالی زلفوں کے پیچ وخم۔ کہاں گئی اس کی وہ تیزی وطراری، کہاں گئے اس کے گلے کے وہ میٹھے میٹھے بول... (رقاصہ سے) اسے دانتوں کی یہ تاروں ایسی مصنوعی لڑیاں نکال دے۔ اب گا... اب گا...
(نمبر ۱۔ رقاصہ نمبر ایک کے منہ سے دانت نکال دیتا، سر کے بال اتار دیتا ہے۔ وہ گانا شروع کر دیتی ہے۔ وہی گیت مگر اکھڑے ہوئے سروں میں، ناچتی ہے مگر بے تال)

نمبر دو - نہیں نہیں - یہ حقیقت ہرگز نہیں ہو سکتی - ہرگز نہیں ہو سکتی. بھاگ جا
چڑیل، میری نظروں سے دور ہو جا . . .

(رقاصہ نمبر ایک کو دھکا دے کر باہر نکالنا چاہتا ہے)

نمبر ایک - بس بھناگئے، تو یوں کہو ناکہ تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا -

نمبر دو - بکواس نہیں کرو - تم نے ضرور کوئی چالاکی کی ہے -

نمبر ایک - نہیں تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ عورت جس کی میلی جھولی میں تم اپنا دل
پھینک رہے ہو اس عورت کی جوتیاں صاف کرنے کے قابل نہیں جسے تم دھکا
دے کر ٹھکرانا چاہتے ہو - تمہیں کیا ہو گیا ہے آخر اس کی کوئی وجہ بھی تو ہو -
دیکھو اس بیچاری کا کیا حال ہو رہا ہے - یہ دکھ درد کیا وہ صرف اس لیے جھیل
رہی ہے کہ وہ نیک ہے - پاک ہے. تم سے اس کا سلوک ہمیشہ اچھا رہا ہے -
تمہارے بال بچے کو پال پوس کر اس نے اتنا بڑا کیا ہے شرم کرو، کچھ تو شرم
کرو - تاکہ اس کے گلے میں وہ سُر نہیں جو تمہاری اس ناچنے والی کے گلے میں
اچھلتے پھرتے - پر سنو اگر تمہارے کان پاک اور صاف آواز سننے کے لیے
بند نہیں تو یہ میٹھی میٹھی لوری سنو وہ تمہارے بچے کو سلانے کی خاطر دے
رہی ہے - بیچاری نے تین لمبی راتیں یہی گیت گاتے گاتے آنکھوں
میں کاٹی ہیں - تمہارے انتظار میں وہ تڑپتی، بلکتی اور روتی رہی ہے . . . لو سنو -

(بیوی نمبر ایک نمودار ہوتی ہے گود میں بچہ ہے اسے لوری دے رہی ہے)

لوری

سو جا میرے ننھے سو جا

یہ تیرے اشکوں کی لڑیاں بیت رہی ہیں دکھ کی گھڑیاں

سو جا میرے ننھے سو جا

تیرے باپو آجائیں گے لکڑی کا گھوڑا لائیں گے
سو جا، سو جا، سو جا میرے ننھے سو جا

بیوی نمبر ایک اور رقاصہ نمبر دو آپس میں جھپٹ پڑتی ہیں دونوں وحشی بلیوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑتی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جذباتی اور منطقی وجود بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے اتنا شور بلند ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ جذباتی وجود رقاصہ کی طرف داری کرتا ہے اور منطقی وجود بیوی کا ساتھ دیتا ہے۔ دل بے چارہ زور زور سے دھڑکتا رہتا ہے۔ لڑائی کے دوران جب دل کے تاروں پر کسی کا ہاتھ زور سے پڑتا ہے تو وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو جاتا ہے . . .

نمبر دو۔ بس بس۔ اب مذاق حد سے گزر چکا۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ بیہودہ بکواس ہے۔
(بیوی نمبر ایک کو دھکا دے کر اسٹیج کی طرف کم رو دیتا ہے۔)
جا جا یہاں سے دور ہو جا۔ تو کسی ادنے ناٹک کی بھونڈی ہیروئن ہے میری بیوی ایسی نہیں جیسا کہ تم ظاہر کرتے ہو۔ میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میری زندگی کے پیالے میں وہ زہر کی ایک موٹی بوند ہے وہ شعریت سے خالی ہے۔ مسرت اور جذبات اس میں ذرہ بھر موجود نہیں۔ وہ کھردری ہے۔ بے لطف، بالکل بے لطف! آؤ میں تمہیں اس کا اصلی روپ دکھاؤں، لو سنو، اس کی باتیں۔

(اسٹیج پر بیوی نمبر دو ایک چڑچڑے مزاج کی عورت نمودار ہوتی ہے)

بیوی نمبر ۲۔ (چڑچڑے پن کی حالت میں) . . . ایسی زندگی پر . . . اگر میرے ماں باپ کو معلوم ہوتا کہ یہ وحشی میرے ساتھ ایسا سلوک کرے گا تو کبھی اس کے پلے نہ باندھتے۔ میں کہتی ہوں کہ اپنے شرابی کو دفتر والے دھکے مار کر باہر

کیوں نہیں نکال دیتے۔ دارو پیئے بنا جس کی اوندھی کھوپڑی میں حرکت پیدا نہیں ہوتی ایسے خصم کو کیا کہوں جو میری جھولی بچوں سے بھر کر نگوڑی ان عورتوں کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے جن کو اولاد ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ یہاں گھر میں ایک پل ٹھیرنا میاں صاحب کو محال ہوتا ہے اور راہنی اں ہوتی سونیوں کے کوٹھوں پر رت جگے ہوتے ہیں مجرے سنے جاتے ہیں۔ نگوڑی بلائیں، چڑیلیں نہ رہیں اس دنیا کے تختے پر۔۔۔ کسی دن باہر سے کسی موئی ویشیا سے لڑ بھڑ کر آئے گا اور مجھے زہر دے دیگا۔ بچوں کا گلا گھونٹ دے گا۔ نہ خدا کا خوف، نہ بندوں کا ڈر۔۔۔ یوں تو اللہ کے فضل سے بھُس سے بھرا ہے۔ پر فلسفہ ضرور بگھاریں گے۔ میاں صاحب آزادی کے بڑے پرستار ہیں ہر وقت آزادی آزادی کی رٹ لگی رہتی ہے کہ ان کے ظلم وستم کی چھری اس سان پر اور تیز ہو جائے تو ایسا کیوں نہ کروں کہ انھیں آج بالکل ہی آزاد کر دوں۔

نمبر ۲۔ ٹھیک۔۔۔ بالکل ٹھیک۔۔۔ یہی ڈرامے کی اصل ہیروئن۔ اسی کے باعث میرا اور اس رقاصہ کا رشتہ مضبوط ہوا ہے جس نے میری زندگی میں افسوں پھونک دیا ہے آ پیاری ادھر آ۔ ایک بار پھر فضا پر سُروں کا چھڑکاؤ کر دے ایک بار پھر ترنم تارے بکھیر دے۔۔۔ ایک بار پھر۔۔۔

(جذباتی وجود رقاصہ نمبر ۲ کو بلاتا ہے وہ پہلے کی طرح ناچنا اور گانا شروع کرتی ہے)

بیوی نمبر ۱۔ (زمین پر زور زور سے پاؤں مار کر) بند کرو اس ناچ کو بھاؤ یہاں سے چلی جاؤ۔ دیکھو میں تم سے التجا کرتی ہوں۔ یہاں سے چلی جاؤ۔ تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

نمبر ۱۔ ٹھیک کہتی ہو۔ اس کا کوئی حق نہیں،

بیوی نمبر۱۔ جب تم محبت نہیں کرتیں۔ جب تم چھوٹی سے چھوٹی قربانی نہیں کر سکتیں۔
جب تم اپنی زندگی میں ایسے کئی آدمیوں کی آشنا رہی ہو تو بتاؤ تم میرا حق
کیسے چھین سکتی ہو۔ اگر تمہارے پہلو میں دل ابھی تک مردہ نہیں ہوا تو
اسے چھوڑ دو۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ مجھے اس کی محبت اس کی مدد کی تم
سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

رقاصہ نمبر۲۔ (قطع کلامی کرتے ہوئے) یہ تمام باتیں میں اتنی بار لوگوں سے
سن چکی ہوں کہ اب ان کا دل پر اثر نہیں ہوتا۔ چلو ہٹو میرے راستے سے۔

بیوی نمبر۱۔ دھکے کیوں دیتی ہے جا یہاں سے دفع ہو جا۔

رقاصہ نمبر۲۔ اچھا اب خیر سے تم مجھے دھمکانے بھی لگیں میں تمہاری دبیل تھوڑی ہوں۔
جو ان گیدڑ بھبکیوں میں آجاؤں۔ تم مجھ سے جلتی ہو اس لیے کہ میں خوبصورت
ہوں لوگ میری طرف للچائی نظروں سے دیکھتے ہیں میرے منہ سے بول یوں
اڑتے ہیں جیسے شمپین بوتلوں کے ڈاٹ۔

نمبر۲۔ شاباش، میری جان شاباش!

بیوی نمبر۱۔ شریف بہنوں بیٹیوں کے منہ آتے تجھے شرم نہیں آتی۔ بازار میں بکنے
والی لونڈی۔!

رقاصہ نمبر۲۔ بازار میں بکنے والی لونڈی کی بھی ایک ہی کہی... اور بانو صاحبہ آپ
کون ہیں جب سرکار نے ان سے شادی کی تھی تو بتائیے کیا اپنے کو بیچا نہیں
تھا... اپنے لفظ فوراً واپس لو۔ لیتی ہو کہ نہیں ورنہ...

بیوی نمبر۱۔ ورنہ کیا... آنکھیں تو یوں دکھا رہی ہے جیسے کھا ہی جائے گی... جا سیدھے
کن چلی جا... ورنہ چٹیا پکڑ کر باہر نکال دوں گی...

(بیوی نمبر ایک اور رقاصہ نمبر۲ آپس میں جھپٹ پڑتی ہیں۔ بلیوں کی طرح —

ایک دوسری سے لڑتی ہیں۔ اس لڑائی میں تھوڑی دیر کے بعد جذباتی اور منطقی وجود بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اتنا شور بلند ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ جذباتی وجود رقاصہ کی طرف داری کرتا ہے اور منطقی وجود بیوی کا ساتھ دیتا ہے۔ دل بیچارہ زور زور سے دھڑکتا رہتا ہے۔ لڑائی کے دوران میں جب دل کے تاروں پر کسی کا ہاتھ زور سے پڑتا ہے تو وہ ایک... لمحے کے لیے خاموش سا ہو جاتا ہے لڑائی کے دوران میں کچھ اس طرح کی گفتگو جاری رہتی ہے)

رقاصہ نمبر۲۔ بیگم صاحبہ تشریف لے جائیے!

بیوی نمبر۱۔ چل ہٹ موئی گرہ کٹ، میرے بچوں کا صبر پڑے تجھ چڑو پر... کھڑی کی کھڑی زمین میں سما جائے... تجھ پر کڑکتی بجلی گرے، نہ رہے تو اس دنیا کے تختے پر۔

رقاصہ نمبر۲۔ دیکھ منہ سنبھال کے بول۔ یہ تیرے سر کا ایک ایک بال نوچ ڈالوں گی ذرا چوں کی تو گدی سے زبان کھینچ لوں گی۔ ٹکلے سے دیدے نکلوا دوں گی ——

نمبر ۲۔ شاباش۔ شاباش!

بیوی نمبر۱۔ ہے شرط کہ تیری ساری اکڑ ابھی نکال دوں۔ پر تجھے تو ہاتھ لگاتے مجھے گھن آتی ہے۔ چل ہٹ موئی گندی۔ کیچڑ کی بینڈکی۔

(رقاصہ غصے میں آ کر بیوی کے منہ پر زور سے چانٹا مارتی ہے۔ بیوی چیختی ہے)

نمبر۲۔ اے عورت خبردار۔ جو تو نے اسے ہاتھ لگایا۔

نمبر۱۔ تمہیں شرم نہیں آتی اپنی نیک بیوی کی اس بازاری عورت کے سامنے توہین کر رہے ہو... تم یقیناً پاگل ہو گئے ہو۔

نمبر دو۔ تم بیچ میں دخل دینے والے کون ہو؟

(رقاصہ قہقہہ لگاتی ہے)

نمبر ایک۔ میں جو نیک وید کو اچھی طرح سمجھتا ہوں تمہارا دماغ چل گیا ہے یہ ذلیل عورت تمہاری نیک بیوی پر دست درازی کر رہی ہے اور تم کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہو لعنت ہو تم پر....

نمبر دو۔ بکواس مت کرو۔

یہ کہہ کر جذباتی وجود زور سے منطقی وجود کے منہ پر تھپڑ مارتا ہے عقبی موسیقی تیز تر ہو جاتی ہے رقاصہ اور بیوی ایک دوسری کے بال نوچتی اور کھینچتی رہتی ہیں۔ جذباتی اور منطقی وجود اب ایک دوسرے سے بہت بری طرح گتھ جاتے ہیں۔ آخر میں جذباتی وجود منطقی وجود کا گلا پکڑ لیتا ہے اور اسے مار ڈالتا ہے منطقی وجود کے گلے سے خرخراہٹ کی بھیانک آواز نکلتی ہے)

نمبر دو۔ مر گیا۔ ناک میں دم کر رکھا تھا۔ نابکار نے، چلو اچھا ہوا، قصہ پاک ہوا۔ روز روز کا جھگڑا ختم ہوا.... اب میں آزاد ہوں اپنی محبوبہ سے محبت کرنے کے لئے آزاد ہوں۔ آ۔ میری ملکہ آ، میرے مندر کی دیوی آ، پیاری اب تو ساری کی ساری میری ہے۔ ہمیشہ کے لئے میری ہے۔ آ۔ میری زندگی میری مسرت، میری محبت آ.... میرے پاس آ۔

رقاصہ نمبر ۲۔ نہیں میرے بیوقوف عاشق نہیں۔ میں تیرے پاس نہیں آسکتی یہ تو سب مذاق تھا۔ پہلے دام پھر کلام... تم میرے بازار میں عشق کا کھوٹا سکہ چلانا چاہتے ہو۔ مجھے محبت کی ترازو میں تولنا چاہتے ہو تم بیوقوف ہو تمہارے پاس دولت نہیں رہی میرے پاس ادائیں نہیں رہیں۔ نہیں

....نہیں ، میں تمہاری نہیں ہو سکتی ۔ میرے بھولے بھالے عاشق یہ سب مذاق تھا ۔

(رقاصہ چلی جاتی ہے اس کے پیروں میں بندھے ہوئے گھنگھروؤں کی جھنجھناہٹ چند لمحات تک سنائی دیتی ہے ۔)

نمبر دو ۔ میرے اللہ ۔ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں ۔

دور سے ایسی موسیقی کے سُر سنائی دیتے ہیں جو بڑے اضطراب افزا ہیں بیوی نمبر ایک نمودار ہوتی ہے شاہی لوری گاتی ہوئی ۔

نمبر دو ۔ سب راگ ورنگ غم کی داستان بن گئے تیرے عشق کا افسانہ ہو گیا باقی کیا رہا ۔ راکھ کا ایک ڈھیر ، تو اب تباہی کے کنارے پہنچ چکا ہے جلدی کر ۔ جلدی کر ۔ اس دکھ سے نجات حاصل کرنے کے لئے صرف ایک ہی راستہ باقی ہے ..... خودکشی ..... خود ..... اٹھ پستول دائیے ہاتھ کی جیب میں ہے مان لے کوئی تکلیف نہ ہوگی ۔ بس چوتھی اور پانچویں پسلی کے درمیان رکھ کر لبلبی دبا دے ....

(جذباتی وجود پستول نکالتا ہے اور پسلیوں کے پاس رکھ کر اس کی لبلبی دبا دیتا ہے ۔ زور کا دھماکا ہوتا ہے ۔ دل ایک لحظے کے لئے اچھلتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے اس کے تاروں پر لہو بہنے لگتا ہے ۔ جذباتی وجود ٹھنڈا ہو جاتا ہے چند لمحات کے لئے قبر کی سی خاموشی طاری رہتی ہے ۔ عقب میں سے مدبی وجود جو کہ بیگ پر سر رکھے سو رہا ہے ۔ جمائی لے کر اٹھتا ہے اور ایک پورٹر ہاتھ میں لالٹین لئے آتا ہے ،)

نمبر تین ۔ (جمائی لیتا ہے ، کون ہے بھئی ، کیوں بے آرام کر رہے ہو ؟

پورٹر ۔ میں پورٹر ہوں حضور ..... اٹم نگر آ گیا ۔ آپ کو گاڑی اس

اسٹیشن سے بدلنا ہے۔

سبز پتی۔ ارے، آتم نگر، آگیا۔ چلو جلدی کرو۔ میرا اسباب اٹھاؤ
مجھے گاڑی اس اسٹیشن سے بدلنی تھی ....

(پردہ گرتا ہے)

---

# اُس کا راہُو

گوپال کا کمرہ، دروازے پر دستک ہوتی ہے دستک کے بعد کتاب بند کرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔

گوپال۔ کون ہے؟...... چلے آؤ۔ دروازہ کھلا ہے!

(دروازہ کھلتا ہے)

بندو۔(ایک جوان لڑکی دروازہ کھول کر داخل ہوتی ہے وہ ہچکچا کر کہتی ہے) اندر آجاؤں بابوجی؟

گوپال۔ اندر آ بھی گئیں اور پوچھ بھی رہی ہو۔ مگر تم ہو کون؟

بندو۔ میں.... میں..... بندو ہوں..... ہم ریلوائی والے جو بڑے صاحب ہیں ان کے ہاں آیا کا کام کرتی ہوں۔ رہتی ہوں۔ یہاں آپ کے پڑوس میں یہ جو چوڈہ نمبر کی کوٹھی ہے نا اس میں اکلی۔ میرا کوئی بھی نہیں.... ہیں.....

گوپال۔ اپنا شجرہ تو پھر کبھی سنانا۔ یہ کہو چاہتی کیا ہو..... اگر کچھ مانگنے آئی ہو، تو افسوس ہے کہ تمہیں کچھ نہ دے سکوں گا میرے گھر سے ابھی تک خرچ نہیں آیا۔ کالج کی فیس بھی ابھی تک ادا نہیں کی۔

بندو۔ بابوجی! میں بھیک مانگنے نہیں آئی میں کیا بھکارن دکھتی ہوں۔ میں تو ایک پتر لکھانے آئی تھی۔ لکھ دوگے؟

گوپال۔ لکھ دوں گا۔ لکھ دوں گا۔ لکھنے اور پڑھنے کے علاوہ اور مجھے کام ہی کیا ہے۔

بندو۔ آپ بڑے اچھے ہو بابوجی۔ آپ بڑے اچھے ہو۔ آپ پتر لکھ دو۔ ٹکٹ میں لے لوں گی۔

گوپال۔ ہاں۔ ہاں ٹکٹ تمہیں ہی لینا پڑے گا۔ میں نے ڈاک خانہ تو یہاں کھول نہیں رکھا۔ بیٹھ جاؤ۔ بولو کیا لکھوانا ہے۔

(پیڈ کھولنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ایک کاغذ پھاڑا جاتا ہے۔)

گوپال۔..... ہوں.... تو کیا لکھوں۔

بندو۔ لکھیے!

گوپال۔ ہوں۔

بندو۔ لکھیے۔

گوپال۔ ہوں.... چلو منہ سے کچھ بولو جو دل میں آئے گھسیٹ دوں۔

بندو۔ لکھئے!

گوپال۔ لکھائیے۔

بندو۔ لکھیے..... ازطرف خاص شہر بمبئی۔ گلی چوتھی.... پیر کھان..... سیمنٹ کی چال۔ چودہ نمبر کی کھولی..... دوسرا مالا.... اس کے آگے

میرا نام لکھ دو

گوپال۔ کیا ہے تمہارا نام؟

بندو۔ بندو!

گوپال۔ لکھ دیا..... اب ۔!

بندو۔ لکھئے..... میرے پیارے، میرے پیارے۔ رامو.......

گوپال۔ (لکھتے ہوئے) میرے پیارے، میرے دل سے پیارے رامو! لکھ لیا۔ آگے۔

بندو۔ تو نے اتنے دنوں سے اپنی بندو کی سدھ کیوں نہیں لی۔ وہ برہ کی ماری تارے گن گن کر راتیں کاٹتی ہے۔ ہر سمے تیرا ہی دھیان ہے وہ سوتی جاگتی اٹھتی بیٹھتی تیرے ہی نام کی مالا جپتی ہے۔ اس کا تن من تیری یاد میں پڑا رہتا ہے۔ تو کب آئے گا رامو، میرے تپتے ہوئے ہردے کو اپنے پریم سے کب ٹھنڈک پہنچائے گا۔ تو آئے یا نہ آئے پر تیری بندو، سدا تیری ہی بندو رہے گی.... وہ تیری ہے ساری کی ساری تیری۔

گوپال۔ ٹھیرو تو...... یہ......

بندو۔ بس ہو لیا.... نیچے یہ بول لکھ دیجئے۔

کب آؤ گے بیتم پیارے ....... الخ

..... بس.... پر آپ نے تو کچھ لکھا ہی نہیں.... یہ بول بڑے ہیں کیا..... میں نے کل ہی یاد کئے ہیں، چھوٹی میم صاحب گا رہی تھیں۔

گوپال۔ میں پوچھتا ہوں، یہ رامو کون ہے؟

بندو۔ رامو..... (حیا آلود ہنسی) رامو..... آپ کیوں پوچھتے ہیں.... میں نے سب کچھ تو ابھی ابھی کہہ دیا ہے۔

گوپال۔ تو یہ رامو تیرا "وہ"..... تجھ سے پریم وریم کرتا ہوگا۔

بندو۔ (حیا آلود ہنسی کے ساتھ) آپ تو ہنسی کرتے ہو بابوجی!

گوپال۔ پریم کرنا پاپ نہیں۔ جرم نہیں۔ پھر شرماتی کیوں ہو؟ اس رامو سے تمہارا پریم کب ہوا؟

بندو۔ پچھلے ساون میں..... جب بڑی میم صاحب کا بیاہ ہوا..... لاؤ میرا پتر۔ میں نے آپ کو بہت تکلیف دی..... اگر آپ کہیں تو میں ہر روز اس کمرے میں جھاڑو دے جایا کروں۔

گوپال۔ نہیں نہیں..... اس کی کوئی ضرورت نہیں..... یہ کوئی تکلیف نہیں ہے..... لو اپنا خط..... جے رام جی کی..... اس کا رامو۔

(کاغذ کی کھٹ کھٹاہٹ سنائی دیتی ہے۔)

## دوسرے دن

گوپال۔ ساری بات میں تمہیں سنا چکا ہوں کہ کس طرح وہ آئی اور کس طرح اپنے عاشق کے نام خط لکھوا کے لے گئی۔ اب تم اس کا کیا نتیجہ نکالتے ہو؟

حامد۔ یہ کون سا ایسا معمہ ہے جو دماغ پر زور دیا جائے۔ سیدھی بات ہے کہ دو انسان ایک دوسرے سے پریم کرتے ہیں اور بس.....

گوپال۔ یہ پریم کس طرح ہو جاتا ہے؟

حامد۔ کس طرح؟ پکنے پر کیلا میٹھا کیوں ہو جاتا ہے؟ آگ پر دودھ ابلنے کیوں لگتا ہے؟ بلبل کے بچے پیدا ہوتے ہی پر نکلنے کیوں لگ جاتے ہیں؟ تمہاری بندو اور اس کے رامو میں پریم پیدا ہونے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دونوں کے پہلو میں دل ہے جو دھڑکتا ہے باقی سب کچھ جوانی

سکھا دیتی ہے۔

گوپال۔ ٹھیک ہے سب جوانی ہی سکھاتی ہے اور کوئی چیز نہیں سکھا سکتی وہ بالکل خوب صورت نہیں۔ بھدی سی شکل، کالا رنگ۔ نیلے دانت، کھردرے کمبل جیسے بال، موٹے موٹے ہونٹ ٹھنگنی ۔۔۔ مگر جوان ضرور ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ جوانی اس پر نئی نئی آئی ہے۔

حامد۔ خدا کرے تمہاری بندو کا رامو اچھا آدمی ہو اور اس کا پریم جھوٹا نہ ہو مجھے ایسے معاملوں پر اپنے بھائیوں پہ اعتبار بالکل نہیں۔ یہ لوگ مسافروں کی طرح اس پیڑ کو بھول جاتے ہیں جس کی چھاؤں میں انہیں آرام ملتا ہے

(فیڈ آوٹ)

(اس گھر کا کمرہ جہاں بندو آیا کا کام کرتی ہے)

بندو۔ چھوٹی میم صاحب، بڑے صاحب کہاں ہیں؟

سوشیلا۔ اپنے کمرے میں کسی دوست سے باتیں کر رہے ہیں۔ تو ابھی اس طرف نہیں جا سکتی۔

بندو۔ نہیں، مجھے ادھر نہیں جانا ہے۔ ایک کام آپ سے تھا۔

سوشیلا۔ ایک کام؟

بندو۔ آپ ہندی پڑھ لیتی ہو نا۔

سوشیلا۔ اسکول میں کیا اتنے برس گھاس کاٹتی رہی ہوں۔ ۔۔۔ تو کہنا کیا چاہتی ہے؟

بندو۔ نہیں، رسان، رسان، سب کچھ کہتی ہوں یہ ایک پتر پڑھ کر سنا دو۔

(کاغذ کھولنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

سوشیلا۔ کیا پڑھوانا چاہتی ہے تو ۔۔۔ کہاں سے اٹھا لائی یہ کاغذ کا ٹکڑا۔

بندو۔ لکھا کا ہے میم صاحب!

سوشیلا۔ (پڑھتی ہے) میرے پیارے، میرے دل سے پیارے راموں۔ تو نے اتنے دنوں سے اپنی بندو کی سدھ کیوں نہیں لی۔۔۔۔ (ٹھہر جاتی ہے) کون ہے یہ رامو؟

بندو۔ آپ سارا بتر پڑھ کر سنا دو۔۔۔ اپنی بندو کی سدھ کیوں نہیں لی۔۔۔۔۔۔ آگے۔۔۔۔۔

سوشیلا۔ وہ برہ کی ماری تارے گن گن کر راتیں کاٹتی ہے۔ ہر سمے اس کا دھیان تیری ہی طرف ہے وہ سوتی جاگتی اٹھتی بیٹھتی تیرے ہی نام کی مالا جپتی ہے اس کا تن من تیری ہی یاد میں پڑا رہتا ہے۔ تو کب آئے گا رامو۔۔۔۔ تو میرے تپتے ہوئے ہردے کو اپنے پریم سے کب ٹھنڈک پہنچائے گا تو آئے یا نہ آئے تری بندو سدا تیری ہی بندو رہے گی۔ وہ تیری ہے۔ ساری کی ساری تیری!

بندو۔ ساری کی ساری تیری۔۔۔! بابو نے ایک ایک بول ٹھیک لکھ دیا ہی میں نے لکھایا تھا۔

سوشیلا۔ بندو تو نے یہ عشق بازی کب سے شروع کی؟ صاحب کو پتہ لگ گیا تو چٹیا سے پکڑ کر کوٹھی سے باہر کر دیں گے۔

بندو۔ میم صاحب مجھ سے کا کسور ہوا؟

سوشیلا۔ قصور؟ تجھے یہ باتیں کرتے اور دوسروں سے ایسے خط لکھواتے لاج نہیں آتی۔ ٹھہر تو سہی۔۔۔۔۔۔۔۔ ابھی ساری بات صاحب سے کہتی ہوں۔۔۔۔

بندو۔ آپ تو بے ناحک خفا ہو رہی ہیں۔ میں آپ کے کئی پتر اس ٹوپ والے

بابو کے پاس لے جاتی رہی ہوں۔ وہ جو سیکل پر آیا کرتا ہے۔ پر میں نے
بڑے صاحب سے کبھی کچھ کہا۔

سوشیلا۔ چپ رہ.... جا اپنا کام کر۔

(گوپال کا کمرہ دروازہ پر دستک ہوتی ہے)

گوپال۔ کون ہے؟ دروازہ کھلا ہے۔ چلے آؤ (بڑبڑاتا ہے) نہ جانے یہ
لوگ جان بوجھ کر کہ میرا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ کیوں دستک دینا
شروع کر دیتے ہیں (حیرت سے) ارے یہ تو بندو ہے۔ آؤ.... آؤ
چلی آؤ....

بندو۔ (شرمیلی ہنسی) جی ہاں۔ میں ہوں!..... بندو!

گوپال۔ تم کو اس کے نام خط لکھوانا ہوگا.... ہیں نا!

بندو۔ (شرمیلی ہنسی) جی ہاں.... نہیں.... جی ہاں.... جی ہاں، لکھوانا
تو ایک نہیں ہی ہے پر....

گوپال۔ ہاں ہاں! کہہ ڈالو.... اسی کے نام ہے نا.... کیا نام بتایا تھا
تم نے.... ہاں ہاں رامو!

بندو۔ جی نہیں.... اب.... اب اس کی طرف سے جواب لکھوانا ہے؟

گوپال۔ حیرت سے) کیا؟

بندو۔ (گھبراہٹ سے) کچھ نہیں بابو جی۔ کچھ نہیں میں بھول گئی۔ میں یہ کہتی ہوں
(خفوک نگلتے ہوئے) میں یہ کہتی ہوں.... اب، اب میں بھول ہی
گئی کہ کیا کہنا تھا۔

گوپال۔ حد ہو گئی ہے!

بندو۔ (جلدی سے) ہاں ہاں۔ آگیا یاد۔ آگیا یاد میں یہ کہتی تھی کہ آپ ایک

ایسا پتر لکھ دیں۔ ایک ایسا پتر لکھ دیں۔ رامو کو نہیں کسی کو بھی نہیں۔ کسی کو بھی میرے ہی نام .... جو پریم سے بھرا ہوا۔ جس کو پڑھ کر میری آنکھوں میں آنسو آجائیں..... مگر میں آپ کو ٹھیک نہیں بتا سکتی .. میرے من کی بات من ہی میں رہی جاتی ہے..... پگلی ہوں میں..... اب میں کیسے سمجھاؤں۔

گوپال۔ تم پگلی نہیں ہو بلکہ دوسروں کو پاگل بنا رہی ہو۔

بندو۔ میں مر جاؤں جو آپ سے جھوٹ کہوں.... ایک بات ہے، ایک ہے بابوجی! میں کا نباؤں کا بات ہے.. میری جیبھ تو تالو سے چمٹ گئی ہے۔

گوپال۔ سنو بندو! یہ چالبازیاں میرے ساتھ نہ چلیں گی میں شریف آدمی ہوں.... جو کچھ تم نے اپنے اور اپنے رامو کے بارے میں کہا ہے سب جھوٹ ہے ایک فرضی کہانی ہے تم جھوٹ بول رہی تھیں۔ یہاں آنے کے لیے خط لکھوانے کا تم نے ایک بہانہ بنایا ہے.... مجھے تمہاری حالت پر ترس آتا ہے۔ اپنی جوانی یوں برباد نہ کرو۔ جاؤ اور خیال رہے کہ کبھی اس کمرے میں داخل ہونے کی جرأت نہ کرنا۔

بندو۔ بابوجی... بابوجی... دیکھا نہ ہی ہوا نا جس کا مجھے کھٹکا تھا کہہ نہیں رہی تھی کہ مجھے کوئی بات کرنی آتی..... (روتی آواز میں) آپ نے مجھے کا کچھ کہہ ڈالا (زیادہ روتی آواز میں) آپ کو کیا پتہ کہ میرے من میں کیا ہے ... میں میں کچھ نہ بتاؤں گی (روتی ہے).... جانے کی آواز ... دروازہ بند ہوتا ہے)

گوپال۔ ارے.. حد ہو گئی.... کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کیا ہے.... عجب معمہ ہے.... بے چاری کیسی یکایک رو پڑی ہ کیا پتہ کہ بالکل بے گناہ ہی ہے

(زور سے) بندو... بندو.... ادھر آ۔ میں تجھے خط لکھ دیتا ہوں (آہستگی سے کہی جلی گئی (چند سیکنڈ خاموشی طاری رہتی ہے اس دوران میں ٹائم پیس کی ٹک ٹک سنائی دیتی ہے)

گوپال۔ میں واقعی اس کے ساتھ بہت تیزی سے پیش آیا۔ مجھے معافی مانگنا چاہئے۔ (جاتے کی آواز.... دروازہ کھلتا ہے اور بند ہوتا ہے۔)

(قدموں کی چاپ، پھر دستک، پھر دروازہ کھلنے کی آواز، پھر بند کرنے کی آواز)

گوپال۔ بندو۔ بندو!

بندو۔ (درونی آواز میں) جی!

گوپال۔ تم رو رہی ہو۔

(بندو زور زور سے رونا شروع کر دیتی ہے)

گوپال۔ بندو۔ ہئیں کیا ہو گیا ہے؟

بندو۔ (رونا بند کر دیتی ہے اور ہچکیاں لیتی ہے) مجھے کچھ بھی نہیں ہوا.... میں پگلی ہوں.... مورکھ.... پر اس میں آپ کا بگڑتا ہی کیا ہے۔ سب پریم کرتے ہیں.. سب پریم کرتے ہیں.... کون پریم نہیں کرتا۔

گوپال۔ کرتے ہیں...

بندو۔ تو میں بھی کرتی ہوں.... اپنے رامو سے پریم کرتی ہوں.... اپنے رامو سے پریم کرتی ہوں جو بس میرے من ہی من میں ہے.... دوسرے ان سے پریم کرتے ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں۔ چلتے پھرتے ہیں، بولتے ہیں۔ پر میرا رامو ان جیسا نہیں.... میں نے اس کو اپنا بنایا ہے.... نہ کوئی بندو ہے نہ کوئی رامو.... یہ سب کچھ میں ہوں.... صرف

میں۔

گوپال (حیرت میں) کیا کہا... یعنی راموا مو کوئی نہیں .... اور بندو!

بندو۔ میں ہوں۔

گوپال۔ بندو تم ہو اور راموسرے سے کوئی ہے ہی نہیں .... آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو۔

بندو۔ کچھ نہیں (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ) یہ لو اپنا لکھا ہوا لیٹر! آپ نہ دیں لیٹر نہ لکھ کر دو! میں کہیں اور سے لکھوا لوں گی۔

گوپال۔ (کاغذ کھولنے کی آواز) ارے یہ تو وہی خط ہے جو تم نے اپنے رامو کے نام مجھ سے لکھوایا تھا...... آخر یہ کیا قصہ ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔ تم اور خط کیوں لکھوانا چاہتی ہو، پھر تم نے اسے ابھی تک ڈاک میں نہیں ڈالا۔

بندو۔ میں اسے بھیجوں کہاں؟

گوپال۔ کیسے بھیجو... راموکو اور کس کو؟

بندو۔ میں اب کتنی بار کہوں کہ یہ راموکوئی بھی نہیں ہے ..... میں جانتی ہوں کہ آپ ہنسو گے۔ دنیا ہنسے گی پہ اس میں کسی کا بگڑتا کیا ہے کہ میں اس کو لیٹر لکھواتی ہوں۔

گوپال۔ کس کو؟

بندو۔ راموکو اور کس کو؟

گوپال۔ (کاٹ کر) تم ابھی تو کہہ رہی تھیں کہ راموکا کوئی وجود ہی نہیں ہے

بندو۔ اب میں کیسے سمجھاؤں۔ اگر کوئی رامو نہیں تو بن کروں گا۔ اس میں میرا کا کہو، میں نے تو اسے اپنے من میں بنالیا ہے۔ وہ ہو یا نہ ہو اس

سے مجھے کا، میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ وہ ہے میرے جیسا جیتا جاگتا، چلتا، پھرتا۔ جیسے میں اس سے پریم کرتی ہوں ویسے ہی وہ مجھ سے پریم کرتا ہے۔ میں اس کو پتر لکھواتی ہوں۔ مانو۔ وہ سچ مچ ہے اور وہ جواب بھی دیتا ہے..... آپ نے یہ پتر اس کے نام لکھا تھا۔ میں نے اسے چھوٹی میم صاحب سے پڑھوایا اور سنا اور یہ سمجھی کہ وہ میرے سامنے کھڑا ہے اور مجھ سے پریم بھری باتیں کر رہا ہے۔ پھر میں نے جی میں کہا کہ اب راموں کی طرف سے اس کی سندرو کے لیے جواب بھی آئے اور آپ سے پتر لکھنے کو کہا۔ بس ساری بات یہی ہے۔ یہی آپ کی سمجھ میں نہیں آتی..... اب اگر آپ سمجھ گئے ہیں تو بتاؤ اس میں کسی کا بگڑتا کیا ہے، جو میں اپنے راموں سے پیار کرتی ہوں، جو اس سنسار میں نہیں پر میرے من میں رہتا ہے۔

(فیڈ آوٹ)

# ماتا کی چوری

## افراد

| | |
|---|---|
| مسٹر بھاٹیہ | |
| مسز بھاٹیہ | |
| گوپال (گوپو) | مسٹر اور مسز بھاٹیہ کا کم سن لڑکا |
| چپلا | گوپال کی اُستانی |
| ڈاکٹر | |

(پانی میں ہاتھ دھونے کی آواز)

ڈاکٹر: بچے کو زبردست انفکشن ہو گیا ہے اگر اس کی اچھی طرح تیمارداری کی اور خبر گیری نہ کی گئی تو مجھے اندیشہ ہے...

چپلا: نہیں نہیں... کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے۔ آپ مطمئن رہیں ڈاکٹر صاحب اس کی اچھی طرح تیمارداری کی جائے گی... (لیجیے آ گیا)

(بچہ بخار میں "ہوں ہوں" کرتا ہے)

چپلا ۔ گولپو ۔ گولپو ..... میں تیری استانی ہوں بیٹا ..... کیا تو آج سبق نہیں پڑھے گا مجھ سے .... اور سیر کے لئے بھی تو جانا ہے ہیں ۔ نہیں ، نہیں ، کل چلیں گے ۔ کل تو بالکل ٹھیک ہو جائے گا ۔

ڈاکٹر ۔ باتیں کرنے سے بچے کو تکلیف ہو گی ۔

چپلا ۔ بہت اچھا ڈاکٹر صاحب میں باتیں نہیں کروں گی ۔ پر میں اس کے پاس بیٹھ تو سکتی ہوں ۔ یہ خود چاہتا ہے کہ میں اس کے پاس بیٹھی رہوں ۔

ڈاکٹر ۔ تو بھاٹیہ صاحب جو ہدایات میں دے چکا ہوں ان پر ضرور عمل کیا جائے

بھاٹیہ ۔ بہت بہتر ڈاکٹر صاحب !

(چلنے کی آواز .... پھر دروازہ کھلتا ہے)

مسز بھاٹیہ ۔ ڈاکٹر صاحب بتایئے ۔ میرے بچے کا کیا حال ہے ... بچ جائے گا خطرے کی کوئی بات نہیں ہے ..... اور .... اوہ ..... لیکن یہ کیا ظلم ہے کہ مجھے اس کے پاس جانے سے منع کیا جاتا ہے (جذبات کی رو میں بہہ کر) کیا میں اس کی ماں نہیں ۔ کیا وہ میرا بیٹا نہیں ..... وہ عورت کیا وہ عورت قاعدے کے چند حرف پڑھا کر اس کی ماں بن گئی ہے .... چند روز باغ میں لے جا کر کیا اس عورت کے دل میں مامتا پیدا ہو گئی ہے ؟ ... میری اولاد پر اسے کیا حق ہے ۔ کب تک وہ میرے ہی گھر میں میری چیزوں پر قابض رہے گی ... میں کب تک یہ اذیت برداشت کرتی رہوں گی ۔

ڈاکٹر ۔ (سنجیدگی کے ساتھ) بچے کی حالت نازک نہیں ہے لیکن وہ خطرے سے باہر بھی نہیں ۔ بہت احتیاط کی ضرورت ہے .... ہاں تو بھاٹیہ صاحب

میں اب اجازت چاہتا ہوں۔

مسز بھاٹیہ۔ اور۔۔۔۔ اور یہ سب احتیاط صرف وہی عورت کر سکتی ہے۔۔۔۔ میں بالکل ناکارہ ہوں۔ محض اتفاق ہے کہ میں اس کی ماں ہوں۔ ورنہ وہی عورت اس کی سب کچھ ہے (سسکیاں) ۔۔۔ میں ۔۔۔ میں کتنی دکھی ہوں۔

بھاٹیہ۔ ڈاکٹر صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ۔ امید ہے شام کو آپ ضرور تشریف لائیں گے۔

ڈاکٹر۔ ایک ایک گھنٹے کے بعد دوا دینا نہ بھولئے گا۔ اور وہ بھاپ بھی۔۔۔

بھاٹیہ۔ آپ مطمئن رہیں گوپال کی استانی ہوشیار ہے اسے سب کچھ یاد رہے گا (دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز۔۔۔۔ ڈاکٹر چلا جاتا ہے)

مسز بھاٹیہ۔ تم یہ جھگڑا ابھی ختم کیوں نہیں کر دیتے۔ یہ نئی بلا جو تم نے پالی ہے اسی کے ہو رہو۔ اور مجھے زہر دے کر ہلاک کر دو۔ یہ روز روز کی دانتا کلکل تو ختم ہو۔ میرا تو اس گھر میں ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یہ چیلا جب سے آئی ہے ایسا جادو اس نے تم پر کیا ہے کہ میں کیا کہوں۔ اب تو گھر میں اسی کا راج ہے۔ میں کون۔ تین میں نہ تیرہ میں ۔۔۔ کی گرہ میں۔۔۔۔ تم تو خیر اس کے ہو ہی گئے تھے۔ پر اس موتی نے تو میرے بچے پر بھی قبضہ جما لیا ہے۔ اب بتاؤ میں کہاں جاؤں؟

بھاٹیہ۔ (بڑی متانت اور ٹھنڈے دل سے) میں تم سے بار بار کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ تم بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ یہ گھر بار سب تمہارا ہے بچہ بھی تمہارا ہے جس عورت کا تم بار بار ذکر کرتی ہو وہ تمہاری نوکر ہے ۔۔۔۔۔۔ تمہارے بچے کو اس نے دنوں میں سدھار دیا۔۔ اب

بیماری میں وہ اس کی خبر گیری کر رہی ہے اس کے لئے تمہیں اس کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

مسز بھاٹیہ۔ تم اس کی وکالت کیوں کرتے ہو؟..... تم کیوں اس کی اصلی خواہشوں پہ پردہ ڈالتے ہو... کیا یہ جھوٹ نہیں کہ جب سے وہ اس گھر میں داخل ہوئی ہے تم مجھ سے بالکل بے پرواہ ہو گئے ہو۔ تم اب مجھ سے بات کرنے کے بھی روادار نہیں۔ اور کیا یہ جھوٹ ہے کہ بچے کو لے کر کئی کئی گھنٹے تم اس حرافہ کے ساتھ باغ میں ٹہلتے رہتے ہو؟۔ جب وہ بچے کو سبق پڑھاتی ہے تو گھنٹوں تم اس کے پاس بیٹھے رہتے ہو کیا یہ غلط ہے کیا یہ سب اس چڑیل کی کارستانی نہیں..... اس ذلیل عورت کو جو فاحشہ سے بھی بدتر ہے......

مسٹر بھاٹیہ۔ پاربتی..... بند کرو اس بکواس کو (غصّے کو دبا کر) تم..... تم...... اب میں تم سے کیا کہوں۔ میری زندگی تم نے اجیرن کر دی ہے۔

مسز بھاٹیہ۔ (طعن آمیز لہجے میں) میں تو بہت بھلی ہوں..... میری زندگی تو بڑے آنند میں گزر رہی ہے۔

مسٹر بھاٹیہ۔ بھگوان کے لئے اب یہ موہنا کھیتی بند کرو۔

مسز بھاٹیہ۔ زد صرف مجھی پر پڑتا ہے لیکن سن لو جب تک یہ عورت گھر میں موجود ہے میری زبان چلتی رہے گی۔ مجھے دکھ دینے کے لئے جب تم یہ عورت یہاں لے آئے ہو تو میں تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی چین نہ لینے دوں گی اور۔ اس عورت ... اور اس عورت کو پرماتما سزا دے گا۔ جس نے میرے بسے بسائے گھر کو برباد کیا ہے۔ جس نے میرا پتی دن دہاڑے مجھ سے چھین لیا ہے۔

مسٹر کھاٹیہ۔ میں اب دفتر جا رہا ہوں زیادہ باتیں کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں تم چاہو تو دوسرے کمرے میں اپنے لڑکے کے پاس جا سکتی ہو۔

مسز کھاٹیہ۔ میں نہیں جاؤں گی۔

مسٹر کھاٹیہ۔ یہ اور بھی اچھا ہے۔

(دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز۔ کھاٹیہ چلا جاتا ہے مسز کھاٹیہ چند لمحات تک اضطراب کی حالت میں ٹہلتی رہتی ہے)

مسز کھاٹیہ۔ چپلا۔۔۔۔ چپلا۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)

چپلا۔ میں نے آپ کی آواز سن لی تھی۔ آپ نے دوسری مرتبہ زور سے پکارا گوپو جاگ پڑا۔

مسز کھاٹیہ۔ پھر سو جائے گا۔ کوئی حرج نہیں!

چپلا۔ بڑی مشکل سے بیچارے کی آنکھ لگی تھی۔

مسز کھاٹیہ۔ گوپو سے تمہیں بہت پیار ہے؟

چپلا۔ جی ہاں۔

مسز کھاٹیہ۔ کیوں؟

چپلا۔ مجھے اس سے پیار ہے۔ میں دل سے اُسے چاہتی ہوں۔۔۔۔ کیوں؟ اس کا میں آپ کو جواب دوں

مسز کھاٹیہ۔ کیا مجھے اس سے محبت نہیں؟

چپلا۔ آپ کو مجھ سے زیادہ اس کا علم ہونا چاہئے۔

مسز کھاٹیہ۔ کیا میں اس کی ماں نہیں؟

چپلا۔ آپ یقیناً اس کی ماں ہیں۔

مسز کھاٹیہ ۔ تم اس کی کیا ہوتی ہو؟
چپلا ۔ استانی، جس کو آپ نے مقرر کیا ہے ۔
مسز کھاٹیہ ۔ میں نے تمہیں مقرر نہیں کیا ۔ میرے پتی نے تجھے نوکر رکھا ہے
چپلا ۔ میں کھاٹیہ صاحب اور آپ میں کوئی فرق نہیں سمجھتی ۔ میں آپ کی کھاٹیہ
صاحب اور گوپو تینوں کی خدمت گار ہوں ۔ میرا کام خدمت کرنا ہے
مسز کھاٹیہ ۔ جیسی خدمت تم میرے پتی کی کر رہی ہو ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تم
اپنے فن میں ضرورت سے زیادہ مہارت رکھتی ہو؟
چپلا ۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی ۔
مسز کھاٹیہ ۔ میرے منہ میں کھاٹیہ صاحب کی زبان ہوتی تو میرا مطلب فوراً تمہاری
سمجھ میں آجاتا ... تم .....
چپلا ۔ فرمائیے ۔
مسز کھاٹیہ ۔ (لہجہ بدل کر) دیکھو چپلا ۔ میں عورت ہوں ۔ تم بھی عورت ہو ــــــ
آؤ کھل کر باتیں کریں وہ پردہ اٹھا دیں جو ہمارے درمیان حائل ہے ۔
چپلا ۔ آقا اور نوکر کے درمیان پردہ ہی کیا ہو سکتا ہے ۔
مسز کھاٹیہ ۔ انجان بننے کی کوشش نہ کرو ..... میں تم سے ایک التجا کرنا چاہتی
ہوں .... میں تم سے کچھ مانگنا چاہتی ہوں ۔ مجھے مانگنے دو ۔ التجا کرنے
دو ۔ .. دیکھو جب سے تم اس گھر میں آئی ہو ۔ میری زندگی بالکل اجیرن
ہو گئی ہے ۔ میرا پتی مجھ سے چھن گیا ۔ میرا بچہ بھی میرا بچہ نہ رہا .... یہ سب
کچھ تم نے لیا .... وہ تمام چیزیں جن کی ملکیت سے عورت بیوی
بنتی ہے ۔ ایک ایک کر کے تم مجھ سے چھین چکی ہو اس گھر میں جو کبھی میرا
تھا میں اجنبی مہمانوں کی سی زندگی بسر کر رہی ہوں .... دیکھو تم عورت ہو

ایک مظلوم عورت تم سے بھیک مانگتی ہے اس کو وہ تمام چیزیں بخش دو جو اتفاق سے تمہارے ہاتھ آگئی ہیں۔

چپلا۔ (جذبات پر قابو پا کر)۔۔۔۔ آپ۔۔ آپ۔۔۔ اب میں آپ سے کیا کہوں، آپ ایک شریف عورت کو بدنام کر رہی ہیں۔

مسز کھاڈیہ۔ (چڑ کر) شریف عورت۔۔۔ آہ تمہاری شرافت۔۔۔ تم عورت نہیں ڈائن ہو۔ لیکن میں پوچھتی ہوں، کب تک تم ان چیزوں کو اپنی ملکیت بنائے رکھو گی۔۔۔ جن پر تمہارا کوئی حق نہیں۔ کب تک تم اس گھر میں فساد برپا کیے رکھو گی۔۔۔۔۔ کب تک۔۔۔ کب تک۔۔۔ کب تک تم ان بجلیوں سے بچی رہو گی جو آکاش میں تم ایسی ناپاک عورتوں پر گرنے کے لیے تڑپتی رہتی ہیں۔

چپلا۔ (کوئی فیصلہ کرنے کے انداز میں) آپ کیا چاہتی ہیں۔ میں چاہتی۔۔۔

مسز کھاڈیہ۔ میں تمہارے منہ پر تھوکنا چاہتی ہوں۔۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ دنیا تمہارے وجود سے پاک ہو جائے۔ میں چاہتی ہوں کہ جو دکھ تم نے مجھے دئے ہیں۔ تمہارے حلق میں ہچکی بن کر اٹک جائیں۔۔ میں بہت کچھ چاہتی ہوں۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ گوپال مجھے ماں کہے۔ میری بیچارگی دیکھو کہ میں کیا چاہتی ہوں۔

چپلا۔ گوپال کی ماں آپ کے سوا کون ہو سکتی ہے؟

مسز کھاڈیہ۔ تم۔۔۔۔ تم۔۔۔ جس نے میری ممتا پر بھی قبضہ جما لیا۔

چپلا۔ (معنی خیز لہجے میں) ممتا چرائی نہیں جا سکتی۔ آپ نے خود کہیں کھو دی ہو گی۔

مسز کھاڈیہ۔ میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتی۔ ایک سودا کرنا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔

مجھ سے کچھ زیورات لے لو اور یہاں سے چلی جاؤ ۔ ان سے کہہ دینا ....
میں اپنی مرضی سے جا رہی ہوں ۔
چیپلا ۔ کیا اس سے آپ کا اطمینان ہو جائے گا ۔
مسز کھبا ٹیہ ۔ (خوش ہو کر) تو میں تمہیں زیور اور روپے لا دوں
چیپلا ۔ جی نہیں ، مجھے ان کی ضرورت نہیں ۔ آپ نے مجھے نوکر رکھا اور اب نکال
دیا اس میں سودا کرنے کی نوبت ہی کہاں آتی ہے میں آج ہی چلی جاؤں
گی اور یہ افسوس ساتھ لیتی جاؤں گی کہ آپ نے مجھے تنگ کی نظروں سے
دیکھا ..... گوپال آپ ہی کا ہے ۔ پرماتما کرے کہ وہ تندرست ہو جائے اور
آپ کی گود ہری رہے ۔
(کلاک چھ بجاتا ہے)
مسٹر کھبا ٹیہ ۔ (اپنی بیوی کو آواز دیتا ہے) پاربتی ۔ پاربتی ...
مسز کھبا ٹیہ ۔ (روکھے پن سے) کیا ہے ؟
مسٹر کھبا ٹیہ ۔ چیپلا کہاں ہے ۔ بچے کو اس نے دوا کیوں نہیں پلائی ؟
مسز کھبا ٹیہ ۔ مجھے کیا معلوم ۔ اپنے کمرے میں ہو گی ۔
مسٹر کھبا ٹیہ ۔ کیا کر رہی ہے ؟
مسز کھبا ٹیہ ۔ اندر جا کے دیکھ لو ۔
مسٹر کھبا ٹیہ ۔ دیکھتا ہوں ۔
(چلتا ہے اور دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں جاتا ہے ۔)
کھبا ٹیہ ۔ چیپلا ، یہ تم کیا کر رہی ہو .... یہ اسباب وغیرہ تم نے کیوں باندھا ہے ؟
چیپلا ۔ میں جا رہی ہوں ۔
کھبا ٹیہ ۔ کہاں ؟

چپلا۔ جہاں سے آئی تھی۔
بھاٹیہ۔ کوئٹے میں کھو بچاں کے بعد تمہارا کون باقی رہا ہے۔
چپلا۔ کہیں اور چلی جاؤں گی۔
بھاٹیہ۔ تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ گوپال کو چھوڑ کر کبھی نہ جاؤں گی۔ جانتی ہو۔ وہ تمہیں کتنا چاہتا ہے ....
چپلا۔ یہ اس کی غلطی ہے۔ اس کو اپنی ماں سے محبت کرنی چاہئیے۔
بھاٹیہ۔ (تھوڑی دیر خاموش رہ کر) معلوم ہوتا ہے اس کی ماں سے تمہاری گفتگو ہوئی ہے لیکن اس سے تم نے یہ کہا ہوتا کہ ماں کو بھی اپنے بچے سے محبت کرنی چاہئیے .... تم نے اس سے پوچھا ہوتا کہ ماں بننے کا خیال اب ایکا ایکی اس کے دل میں کیوں پیدا ہو گیا ہے۔
چپلا۔ میں نوکر ہوں بھاٹیہ صاحب۔ ایسے گستاخانہ سوال میری زبان پر کبھی نہیں آ سکتے۔
بھاٹیہ۔ لیکن وہ عورت .... لیکن وہ عورت .... آہ۔ اس عورت نے مجھے کتنا تنگ کیا ہے۔ جب تم یہاں نہیں تھیں تو وہ سمجھتی تھی کہ میں نے باہر ہی باہر کئی عورتوں سے تعلقات قائم کر رکھے ہیں۔ اب تم یہاں ہو تو .... تو اب میں تم سے کیا کہوں کہ وہ کیا سمجھتی ہے ...... میں بہت شرمندہ ہوں چپلا کہ میرے گھر میں تمہیں ایک بے وقوف عورت کے ہاتھوں دکھ پہنچا ہے۔
چپلا۔ انہیں شک ہے۔
بھاٹیہ۔ ہر چیز کو شک کی نظروں سے دیکھ دیکھ کر اب وہ ناقابل برداشت حد تک شکی ہو گئی ہے۔ اس کی حالت قابل رحم ہے۔ وہ مریض ہے۔ وہم

اس کو مرض بن کے چمٹ گیا ہے وہ لاعلاج ہے ۔ شادی کے بعد دوسرے
ہی ہفتے اس نے مہندی لگے ہاتھوں سے میرا منہ نوچنا شروع کر دیا تھا۔
میں ایک مصروف آدمی ہوں سارا دن دفتر میں سر کھپاتا رہتا ہوں یقین مانو
تمہارے یہاں آنے سے پہلے میں گھر آتے وقت ڈرتا تھا بہت خوف کھاتا تھا
اس کی دیوانگی کا اثر اگر صرف میری ذات ہی پر ختم ہو جاتا تو شاید میں برداشت
کر لیتا مگر اس کی بے وقوفیوں نے میرے بچے کا بھی ستیا ناس کر دیا۔ اس کی عادات
خراب ہو گئیں ۔۔ میں نے پرماتما کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے تم جیسی دیوی
کو میرے گھر بھیج دیا۔ تمہارے آنے سے میری بہت سی پریشانیاں دور ہو
گئیں بچے کو تم نے سنبھال لیا۔ اس کو پیار و محبت کی ضرورت تھی ۔۔ تم نے
دنوں ہی میں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ مگر اب تم جا رہی ہو ۔۔۔

چپلا ۔ جی ہاں ۔ جا رہی ہوں !

بھاٹیہ ۔ ٹھیک ہے مگر میرے بچے کا کیا ہوگا ۔ وہ عورت تو مجھے اور اسے دونوں
کو اپنی حماقتوں سے ہلاک کر دے گی ( وقفہ ) تم نہیں جاؤ گی ۔۔۔ تم یہیں
رہو گی ۔ آخر اس گھر پر تو کچھ میرا بھی حق ہے میرے منہ میں بھی تو زبان ہے ۔
اب تک میں نے اپنے اختیارات سے کام نہیں لیا ۔ لیکن اب مجھے لینا
پڑے گا ۔

چپلا ۔ بھاٹیہ صاحب ۔ آپ اس جھگڑے کو طول نہ دیجئے ۔۔ میں نہیں چاہتی کہ
آپ میں اور ان میں میری وجہ سے کشیدگی پیدا ہو ۔

بھاٹیہ ۔ یہ کشیدگی اب پیدا نہیں ہوئی تمہارے آنے سے پہلے ہی اس گھر میں موجود
تھی ۔۔۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ابھی کچھ دیر ٹھہر جاؤ گو پوا اچھا
ہو جائے تو کیا پتہ ہے کہ اس کی ماں بھی سمجھ جائے ۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ

اس کی باتوں سے تمہیں بہت دکھ پہنچا ہوگا اور... اور تم کو زبردستی یہاں ٹھہرانے کا مطلب یہ ہے کہ مزید توہین برداشت کرنے کے لیے تمہیں مجبور کیا جائے۔ مگر... مگر... نہیں چپلا۔ تم نہیں جاؤ گی۔ تمہارے انکار سے ہمیں صدمہ ہوگا —— کھول دو اپنا اسباب!

(دروازہ کھول کر دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہے)

بھاٹیہ۔ پاربتی تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ چپلا اب نہیں جائے گی۔ اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا ہے۔

مسز بھاٹیہ۔ (طنز بھرے لہجے میں) مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔

بھاٹیہ۔ اور دیکھو۔ اگر تم نے اس کی توہین کی یا اسے اپنی وہم پسند طبیعت کا نشانہ بنایا...

مسز بھاٹیہ۔ (تیزی سے) تو... تو کیا ہوگا... تم مجھے دھمکاتے کیا ہو۔ کیا کرو گے تم —— مجھے دھکے مار کر باہر نکال دو گے —— مجھے مار ڈالو گے؟ کیا کرو گے؟

بھاٹیہ۔ میں ایک بار پھر تمہارے لیے دعا کروں گا۔

مسز بھاٹیہ۔ مگر تم اس عورت کو نہیں چھوڑو گے اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گے۔ جو تمہارا دل نہ جانے کن اداؤں سے موہ چکی ہے جو کوٹھے میں بھونچال لا کر اب اس گھر میں زلزلہ برپا کر رہی ہے۔ مگر یاد رکھو...

بھاٹیہ۔ (بلند آواز میں غصے کے ساتھ) پاربتی۔ اس بے... بیہودہ بکواس کو بند کرو۔ بس... میں۔ کچھ نہیں پرماتما تمہاری حالت پر رحم کرے۔

(فرش پر اضطراب کے ساتھ ٹہلنے کی آواز)

بھاٹیہ۔ اب خوش ہو گئیں۔ کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا —— وہ عورت جس نے تمہارے خیال میں

مطابق نہ جانے کن اداؤں سے میرا دل موہ لیا ہے تمہارے بچے پر اپنی جان
قریب قریب فنا کر چکی ہے۔ اس کی زندگی اور موت میں اتنا وقت بھی
باقی نہیں کہ وہ تمہارے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کر سکے۔ تمہیں کوئی
بد دعا ہی دے سکے۔

مسز بھاٹیہ۔ میرا کیا قصور ہے؟

بھاٹیہ۔ تم نے ہر وقت اس کی توہین کی۔ اس کی ہر نیکی، ہر اچھائی کو تم نے اپنی لعنتی
نظروں سے دیکھا۔ اُف! جب میں اس کا تصور کرتا ہوں کہ تم نے ایک پاک
اور معصوم عورت پر کیچڑ اچھالی ہے تو میری آتما کانپ کانپ اٹھتی ہے۔ مگر
تمہاری آتما کہاں ہے؟۔ تمہارا ضمیر کہاں ہے ــــ جاؤ، جاؤ، میری
آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ تم قاتل ہو۔ تمہارے ہاتھ مجھے اس بے گناہ
عورت کے خون میں آلود نظر آتے ہیں۔

مسز بھاٹیہ۔ کیا پتہ ہے بچ جائے۔

بھاٹیہ۔ اب وہ کیا بچے گی ــــ ڈاکٹر جواب دے چکا ہے۔ تمہارے بچے کو موت
سے بچا کر وہ خود اس کے منہ میں چلی گئی ہے ــــ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔
کاش! میں نے اسے اسی روز جانے دیا ہوتا۔ میرا اس پر کوئی زور تو تھا ہی
نہیں مگر وہ میرے کہنے پر رضامند ہو گئی اس لیے کہ گوپو سے اسے پیار تھا۔
وہ پیار جو تمہارے دل میں ہونا چاہیئے تھا۔ گوپو کو اس کے دل میں نظر آیا۔
وہ بچ گیا اور وہ موت جو تجھے آنا چاہیئے تھی۔ اسے آ گئی۔

گوپال۔ (روتا ہوا آتا ہے) پتا جی، پتا جی ــــ استانی جی کہاں ہیں؟

بھاٹیہ۔ گوپال جاؤ۔ تم باہر کھیلو، تمہاری استانی بیمار ہے۔

گوپال۔ میں بیمار تھا تو میرے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ اب میں ان کے پاس

بیٹھوں گا۔ پتا جی!

بھاٹیہ۔ ہاں، ہاں ـــ لیکن تم اب باہر جاؤ۔

(گوپال چلا جاتا ہے ـــ کچھ وقفے کے بعد)

مسز بھاٹیہ۔ مجھے اجازت ہو تو میں چپلا کو دیکھنا چاہتی ہوں۔

بھاٹیہ۔ اس اجازت کی ضرورت تمہیں کیوں محسوس ہوئی ـــ جاؤ ـــ دیکھ آؤ۔ مگر تمہارے دیکھنے سے کیا اس کا دل تمہاری طرف سے صاف ہو جائے گا۔ وہ خراشیں جو تم اس کے دل و دماغ پر پیدا کر چکی ہو۔ یوں ایک بار دیکھنے سے مٹ تو نہیں جائیں گی ـــ جاؤ ممکن ہے وہ تمہیں معاف کر دے۔ تم نے اسے بہت دکھ پہنچایا ہے۔ میں تو خیر تمہاری حماقتوں کا عادی ہو چکا تھا۔ مگر ایک آفت رسیدہ عورت کے لیے جو اچھے دن دیکھ چکی ہو تمہارے ہسٹیریا کے دورے ناقابل برداشت تھے۔

(وقفے کے بعد دروازہ کھولنے کی آواز ـــ مسز بھاٹیہ دوسرے کمرے میں جاتی ہے)

مسز بھاٹیہ۔ چپلا ـــ چپلا ـــ میں آئی ہوں۔

چپلا۔ (مردہ آواز میں) آیئے ـــ آیئے ـــ مگر یہاں آپ کس جگہ پر بیٹھیں گی۔

مسز بھاٹیہ۔ میں یہاں تمہاری چارپائی پر بیٹھ جاؤں گی ـــ تم اٹھنے کی کوشش نہ کرو ـــ لیٹی رہو۔

چپلا۔ مگر... مگر... نہیں، نہیں، آپ کو میرے پاس نہیں بیٹھنا چاہئے۔ یہ بیماری بڑی چھوت ہے ـــ نہیں، نہیں، آپ دور ہی کھڑی رہیں اور جلد ہی باہر چلی جائیں۔

مسز بھاٹیہ۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ اگر کچھ ہو بھی گیا تو مجھے افسوس نہ ہوگا۔ میں تم سے

معافی مانگنے آئی ہوں۔

چپلا۔ معافی؟ ... کیسی معافی ... آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔

مسز بھاٹیہ۔ میں نے غلط فہمی میں تم سے کئی بار ایسی باتیں کی ہیں جن سے یقیناً تمہیں بہت دکھ پہنچا ہے۔ اب سوچتی ہوں اگر میں تمہاری جگہ پر ہوتی تو میرے دل کی کیا حالت ہوتی۔

چپلا۔ میری جگہ پر آپ ہوتیں تو ... تو یہ حالات نہ ہوتے ۔۔ لیکن آپ میری جگہ پر کیوں ہوتیں؟ ہر ایک آدمی کے لیے ایک جگہ مقرر ہے۔ میرے لیے یہی جگہ مقرر تھی جہاں آکر مجھے اپنی زندگی کے سب سے بڑے پاپ کا پرائشچت کرنا تھا۔

مسز بھاٹیہ۔ پاپ ... پرائشچت!

چپلا۔ میں اب سوچتی ہوں اگر یہاں سے میں اس روز چلی جاتی تو میرے من کی من ہی میں رہ جاتی۔ کوئی زمانہ تھا کہ میں بھی آپ ہی کی طرح تھی۔ میرا پتی تھا جو آپ کے پتی کی طرح بڑا شریف کاروباری آدمی تھا۔ مگر میری حاسد اور بات بات پر شک کرنے والی طبیعت کا برا ہو کہ میں نے اس کو ہمیشہ پریشان رکھا۔ وہ جی ہی میں کڑھتا تھا۔ میں ہر گھڑی اس کو جلی کٹی سناتی مگر وہ چپ رہتا۔ اس کو خاموش دیکھ کر میں سمجھتی۔ چونکہ یہ مجرم ہے اس لیے کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی ...

مسز بھاٹیہ۔ یہ تو میری ہی کہانی ہے ...

چپلا۔ گوپال جیسا میرا بھی ایک بچہ تھا اور میری طرح اس کی بھی ایک استانی تھی جس پر میں شک کرتی۔ کئی جھگڑے ہوئے میں نے اپنے پتی اور اپنی دونوں کی زندگی کو نرک بنا دیا تھا ... اور ... اور اس کا انجام یہ ہوا کہ اس معصوم

عورت نے جو میرے بچے کو مجھ سے زیادہ عزیز سمجھتی تھی کچھ کھالیا اور مرگئی۔ اس کے بعد بھونچال آیا اور بچہ اور اس کا باپ دونوں ہمیشہ کے لیے مجھ سے جدا ہوگئے۔ لیکن اب ۔ اب میں بھی ان کے پاس جارہی ہوں۔

مسز بھاٹیہ ۔ (اشک آلود آواز میں) نہیں، نہیں، تم زندہ رہوگی ۔ میں تمہیں اپنی بہن بنا کے اپنے پاس رکھوں گی ۔ عین اس وقت تک جب کہ میری آنکھیں کھلی ہیں تم ان سے اوجھل نہیں ہو سکتی ہو۔

چپلا ۔ میں بہت خوش ہوں کہ اپنی آتما کا بوجھ ہلکا کرنے کے ساتھ میں نے ایک اچھا کام بھی کر دیا ۔ بھاٹیہ صاحب اور آپ دونوں خوش رہیں۔ آپ کی زندگی پرماتما کرے سورگ بن جائے ۔ لیکن آپ جائیے زیادہ دیر یہاں نہ ٹھہریئے ۔ ایسا نہ ہو . . .

(آواز ڈوب جاتی ہے)

مسز بھاٹیہ ۔ چپلا . . . چپلا . . .

(دردناک سروں میں ساز بجتا ہے ۔ مسز بھاٹیہ کے رونے کی آواز آتی ہے)

(فیڈ آؤٹ)

# سلیمہ

(تالیوں کا شور..... چند لمحات کے بعد یہ شور بند ہو جائے)

پرنسپل۔ یہ رسم جب سے میں اس کا پرنسپل مقرر ہوا ہوں، ہر سال باقاعدہ ادا کی جاتی ہے ہر سال اس موقعہ پر تالیوں کے شور کے ساتھ میں اپنی کرسی سے اٹھتا ہوں اور قریب قریب وہی تقریر کرتا ہوں جو میں نے آج سے دس سال پہلے کی تھی تمہیں دیکھ کر میرے دل میں وہی جذبات پیدا ہوتے ہیں جو اس سلسلے کے آغاز پر ہوئے تھے۔ آج جب میں نے اس پر غور کیا ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں پوسٹ ماسٹر ہوں اور کالج کی یہ بلڈنگ بہت بڑا ڈاک خانہ تم سب خطوط ہو جو کچھ دیر اس بلڈنگ میں رہ کر اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیے جاتے ہو تم میں سے کوئی بیرنگ ہو جاتے ہیں جس کے باعث تمہارے والدین کو جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ کچھ غلط ایڈریس کی وجہ سے ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہیں۔ بہر حال یہ کھیل ہے بہت دلچسپ .... ہر سال امتحانوں کا ایک چکر شروع ہوتا ہے اس میں کچھ کامیاب ہوتے ہیں کچھ ناکام، مسرت اور غم کی ملی جلی لہریں میں ہر سال دیکھتا ہوں اس وقت میرے سامنے ایسے کئی چہرے ہیں جو کامیابی سے

باعث تمتمارہے ہیں۔ اس کے ساتھ میں ایسے چہرے بھی دیکھ رہا ہوں جو ناکامیابی کے صدمے سے مرجھائے ہوئے ہیں خزاں اور بہار کا ملاجلا موسم ہر سال آتا ہے اور چند دنوں کے بعد گزر جاتا ہے۔ وہ لڑکیاں اور لڑکے جو بی اے کا امتحان پاس کر چکے ہیں یا تو اونچی تعلیم حاصل کرنے کیلئے کسی بڑے کالج میں داخل ہو جائیں گے یا تعلیم کا سلسلہ ختم کرکے دنیوی کاموں میں معروف ہو جائیں گے۔ یہ جو امتحان کی دیوار نہیں پھاند سکے وہ دوبارہ کوشش کریںگے جو یہاں سے جا رہے ہیں انکو میں الوداع کہتا ہوں اور ان کی کامیاب زندگی کے لئے دعا کرتا ہوں جو نئے آئے ہیں میں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں اور انکے فائدے کے لئے کہتا ہوں کہ اس تعلیم گاہ میں داخل ہوتے وقت ان لوگوں کو ایک نظر ضرور دیکھ لیں جو باہر جا رہے ہیں... جو خواہش کے باوجود اپنی کمزوری کے باعث یا کسی اور وجہ سے باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ان سے مجھے پوری پوری ہمدردی ہے خاص طور پر مجھے سلیمہ سے بہت ہمدردی ہے جو محنت کرنے کے باوجود اس سال بھی امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکی اب میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں خدا کرے آئندہ سال سلیمہ کامیاب ہو جائے۔

(تالیوں کا شور۔ اس کے بعد لڑکوں اور لڑکیوں کی ملی جلی آوازیں)

آہستہ آہستہ ان آوازوں کو مدھم کر دیا جائے اور ذیل کا مکالمہ سپرامپوز کیا جائے

ذکیہ۔ نرملا..... کیا سلیمہ ہال میں موجود تھی؟

نرملا۔ نہیں تو..... کیوں اوشا..... کیا سلیمہ موجود تھی؟

اوشا۔ نہیں!

ذکیہ۔ میرا خیال ہے وہ آئی ہی نہیں!

نرملا۔ بے چاری کو دکھ بہت ہوا ہوگا۔

ذکیہ۔ ایک بار فیل ہونے ہی سے آدمی کی کمر ٹوٹ جاتی ہے وہ تو دوسری دفعہ فیل ہوئی ہے

نرملا۔ محنت تو بے حد کرتی ہے۔

ذکیہ - اصل میں یہ سب اسکے مزاج کی خرابی کا نتیجہ ہے کسی سے مدد لینا کوئی گناہ تو نہیں
امتحان شروع ہونے سے پہلے میں نے کئی بار اس سے کہا۔ سلیمہ تم میرے گھر آجایا
کرو میں تمہیں ساری اکنامکس ازبر یاد کرادوں گی بس یہ سنتے ہی جیسے اس کے مرچیں
لگ گئیں تم اپنے آپ کو بہت نہ سمجھنے لگی ہو ذکیہ تمہارے بغیر گویا اکنامکس کسی کو یاد
ہی نہیں ہو سکتی یعنی ایک صرف تم ہی ہو جسے اکنامکس آتی ہے میں تو بالکل گدھی
ہوں بیوقوف ہوں۔ اب نرملا تم ہی کہو میں نے کیا اسے چھیڑنے کے لئے اپنی
مدد پیش کی تھی یہ تو سب جانتے ہیں کہ وہ اکنامکس میں بالکل صفر ہے بس دماغ
ہی جو ایسا پایا ہے کوئی اچھی بات کرے تو اسے بری لگتی ہے۔

نرملا - میرے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی ہوا۔ میں نے کہا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا سائیکولوجی کا پیپر
کمزور رہ جائے کہو تو میں تمہیں اپنا نوٹ لادوں بس یہ سنتے ہی بگڑ گئی۔ نوٹوں کی تو اس کو
ضرورت ہوتی ہے جو کتاب سے کچھ سیکھ نہ سکے اور اگر مجھے نوٹ کی ضرورت ہوتی تو میں
خود خرید لوں گی۔ میں اتنی گئی گزری تو نہیں ہوں یہ نوٹ جو تم مجھے دینا چاہتی ہو دو
روپے دس آنے کا آتا ہے کوئی اتنی بڑی رقم خرچ تو نہیں ہوتی ...... بھئی وہ دن
اور یہ دن میری جان جلے جو میں نے پھر اس سے ایسی بات کی ہو۔

اوشا - کسی کو کیا پڑی ہے جو....

ذکیہ - بڑی وڈی کی بات نہیں اوشا۔ ہمارے دل پتھر کے تو بنے نہیں اس کو دیکھ کر
کسے دکھ نہیں ہوتا اور جب دکھ ہو تو منہ سے ہمدردی کا کوئی کلمہ نکل ہی جاتا ہے

نرملا - پر اسے ہمدردی کی ضرورت بھی ہو ...... وہ تو کاٹنے کو دوڑتی ہے اگر اس سے
ہمدردی کا ایک لفظ بھی کہہ دیا جائے۔

ذکیہ - جانے اس کے مزاج میں یہ تلخی کہاں سے آگئی ہے

اوشا - اسے تلخی کو چھوڑ سب کو معلوم ہے کہ بے حد غریب ہے لیکن اتنا ماں سے کہو

سلیمہ تو ہر روز سبز ساڑھی کیوں پہن کر آتی ہو تو فوراً بگڑ کر جواب دیگی میرے
پاس ایک نہیں کئی ساڑھیاں ہیں مجھے یہ خاص کپڑا اور خاص رنگ بہت
پسند ہے پر خدا جھوٹ نہ بلوائے تو اس کے پاس اس ساڑھی کے سوا ایک
چندری بھی نہیں ہے۔

نرملا۔ سر میں تیل لگائے گی ایسا بدبودار کہ ناک پھٹ جانے پر۔ اس سے پوچھو تو
یہی کہے گی کہ یہ خاص تیل ہے اس سے بال لمبے ہوتے ہیں۔ مجھے ایسے بھی خوشبودار
تیل پسند نہیں۔ لگاؤں تو زکام ہو جاتا ہے۔

اوشا۔ بی مینڈکی کو بات بات پر زکام کا خطرہ رہتا ہے۔۔۔ توبہ ہے بھئی!

ذکیہ۔ اور دیکھو سب لوگ آگئے پر وہ زکام کی بچی نہیں آئی۔۔۔ (وقفہ)۔۔۔ خواہ مخواہ میں
میں نے اسے گالی دی۔ اللہ کی قسم مجھے دکھ ہوا۔ نرملا سچ کہتی ہوں اس کا
وحشیانہ پن دور ہو جائے تو ایسی اچھی سہیلی ہتیں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہ ملے
گی مگر مصیبت تو یہ ہے کہ بات بات پر بگڑ جاتی ہے ہر وقت بندوق بنی
رہتی ہے اس کا کیا علاج کیا جائے۔

(قدموں کی چاپ۔)

انور۔ کس کا علاج۔۔۔۔

ذکیہ۔ ہم سلیمہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ دوستوں وغیرہ سے مل چکے؟

انور۔ جی ہاں، تو آپ سلیمہ کا ذکر کر رہی تھیں۔۔۔۔۔ مگر یہ علاج کا قصہ کیا تھا؟

ذکیہ۔ رہنے دیجیے، کچھ نہیں۔۔۔۔ اچھا تو اب کس کالج میں داخل ہو جیے گا۔

انور۔ جس میں آپ کہیں؟

ذکیہ۔ نرملا، سنا تم نے۔ یہ آج۔۔۔۔ ایک نیا فراڈ چلا رہے ہیں ہر ایک سے یہی کہتے
پھرتے ہیں جس میں آپ کہیں۔۔۔۔۔

(سب ہنستے ہیں)

انور۔ آپ سلیمہ کی باتیں کر رہے تھے۔

ذکیہ۔ جی ہاں!

انور۔ آپ؟

ذکیہ۔ میں جی اس کی باتیں کر رہی تھی

انور۔ اور آپ؟

اوشا۔ اس گفتگو میں میں بھی شامل تھی۔

ذکیہ۔ آپ تو بالکل پولیس انسپکٹر بن رہے ہیں۔

انور۔ جی نہیں۔ میرے دخل در معقولات کی وجہ یہ ہے کہ میں ابھی ابھی سلیمہ سے گفتگو کر کے آ رہا ہوں۔

نرملا۔ کہاں رہے؟

انور۔ باہر باغ میں!

اوشا۔ چلو، ذکیہ چلیں!

انور۔ ٹھہریئے!

اوشا۔ فرمائیے!

انور۔ اس وقت اگر آپ اس کے پاس نہ جائیں تو اچھا ہے اس کی طبیعت بے حد مغموم ہے صدمے نے اس کے دماغ کو درہم برہم کر رکھا ہے وہ آپ لوگوں سے اچھی طرح گفتگو نہ کر سکے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسا چبھتا ہوا ہو انقرہ کہہ دے جس سے آپ یوں سے کسی کو رنج پہنچے وہ اس وقت بالکل بھری بیٹھی ہے۔ اگر کسی نے اس کو چھیڑا تو آفت برپا ہو جائے گی۔

ذکیہ۔ یہ بڑی مصیبت ہے اب اگر کوئی اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا چاہے

تو کیا کرے۔

انور۔ خاموش رہے

ذکیہ۔ کیسے؟

انور۔ بالکل میری طرح.... باغیچے کی طرف سے میرا گزر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک جھاڑی کی چھاؤں تلے بیٹھی ہے اس کی آنکھوں میں دو نامکمل آنسو دیکھ کر ہی میرے قدم رک گئے اس نے میری طرف دیکھا میں فوراً سمجھ گیا کہ وہ دماغی اضطراب کی آخری حد تک پہنچ چکی ہے اس کی آنکھوں میں آنسو آنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ انہیں روک رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ اس کی کمزوری کا اظہار کسی غیر شخص پر ہو جائے میں نے اس وقت عجیب وغریب بات محسوس کی وہ خود کو بھی غیر سمجھ رہی ہے وہ اپنی کمزوری اپنی آنکھوں کو بھی نہیں بتانا چاہتی اس کے حوصلے اور اس کی قوت ارادی کا میں ہمیشہ معترف رہا ہوں لیکن اگر میں اس کے پاس چلا جاتا تو وہ پہاڑ جو اس نے اتنی محنت سے کھڑا کیا تھا یقیناً ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اس ڈر کے مارے اس کے پاس نہ گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور میں نے اس کی طرف۔ اس کے نامکمل آنسو تکمیل کی آرزو میں تڑپ گئے اور میں یہاں چلا آیا۔

ذکیہ۔ آپ کا کیا خیال ہے اگر میں اس کے پاس جاؤں تو وہ مجھے مارے گی؟

انور۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر اس وقت غضب ناک حالت میں ہے ناکامی پر ان آدمیوں کی اکثر یہی حالت ہوا کرتی ہے جنہیں اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے وہ ناکامی کو اکثر چھوٹی سی گیند سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اسے ایک ہی ٹھوکر سے پرے ہٹا کر اپنا راستہ صاف کر لیں گے مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ گیند زمین میں گڑ جاتی ہے اور زور زور سے

ٹھوکریں مارنے پر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتی لیکن شاید میرا خیال غلط ہو۔
میں ذراصل کوشش کے باوجود سلیمہ کو نہیں سمجھ سکا۔
ذکیہ۔ ہم سب کے لئے ایک معمہ بنی ہوئی ہے۔
اوشا۔ یہ تو انور صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ اسے ضرورت سے زیادہ اپنے
اوپر اعتماد ہے۔ کیا پتہ ہے۔ ساری خرابی کی یہی جڑ ہو۔
ذکیہ۔ ہوسکتا ہے۔
انور۔ میرے اور اس کے تعلقات کسی حد تک خوشگوار ہی رہے ہیں۔ مگر اس کے
باوجود میں نے اس وقت اس سے ہمدردی کا اظہار مناسب خیال نہ کیا
آپ لوگوں سے تو ہمیشہ اس کی چخ چلتی رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں تم ملاہی
کو تو ایک آنکھ نہیں کھاتی اس صورت میں جب کہ سلیمہ اور آپ کے درمیان
ہمیشہ ایک خلیج حائل رہی ہے۔
ذکیہ۔ ہمارا اس کے پاس جانا واقعی مناسب نہیں!
انور۔ اور میری رائے پر اگر آپ عمل کریں تو اس دروازے سے باہر نکل جائیں
ممکن ہے آپ کو دیکھ کر اسے تکلیف پہنچے۔
اوشا۔ پہنچتی ہے تو پہنچے کبھی میں تو اس دروازے سے باہر جاؤں گی چڑانے
کے لئے بالکل اس کے پاس سے اکڑتی ہوئی چلوں گی۔
انور۔ اوشا۔ تم نے اسے کلاس میں سب سے زیادہ تنگ کیا ہے اب کالج
چھوڑ کر جاتے جاتے اس کے دکھے دل کو اپنی کامیابی کے اظہار سے
ٹھیس پہنچانا کیا درست ہوگا؟ ممکن ہے تمہیں اس میں مزا آئے مگر اس کو
یقینی طور پر دکھ ہوگا سلیمہ بہت حساس لڑکی ہے۔
اوشا۔ تم ہمیشہ اس کی پچ کرتے رہے ہو لیکن یاد رہے اس روز تمہاری

اس حساس لڑکی نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

انور ۔ (ہنستا ہے) میری حساس لڑکی؟

(سب ہنستے ہیں)

ذکیہ ۔ سچ تو یہ ہے کلاس میں سلیمہ سے آپ کا سلوک ویسا ہی تھا جیسے ایک باپ کا اپنی بیٹی سے ہوتا ہے۔

انور ۔ (ہنستا ہے) لیکن اس کے باوجود (جیسا کہ اوشا نے ابھی ابھی کہا ہے۔ میری شفقت کو وہ ہمیشہ ٹھکراتی اور میری ہمدردی کو ہمیشہ روندتی رہی ہے

ذکیہ ۔ ضدی اور بدزبان لڑکیوں سے آپ اور کس قسم کے برتاؤ کی توقع کر سکتے ہیں؟

انور ۔ اس کی ضد اور بدمزاجی سے آپ کی طرح میں بھی واقف ہوں مگر یہ ضد اور بدمزاجی کیسے پیدا ہوئی اس کے متعلق نہ آپ جانتی ہیں نہ میں! اب ہم سب یہ کالج چھوڑ کر جا رہے ہیں اور وہ اکیلی رہ گئی ہے اجنبیوں کے درمیان۔ ظاہر ہے کہ نئے لوگ اسے بہت زیادہ پریشان کریں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے مزاج میں اور زیادہ چڑچڑاپن پیدا ہو جائے گا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس لڑکی کا انجام کیا ہوگا تم لوگوں نے غور نہیں کیا کہ وہ کس قدر دبلی ہو گئی ہے اس کی ہڈیاں باہر نکل آئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کئی برسوں کی بیمار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ....میرے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے جب میں سوچتا ہوں کہ سلیمہ اپنی زندگی کے پر اسرار محاذ پر لڑتی لڑتی تنہا ماری جائے گی۔

ذکیہ ۔ وہ اپنے دل کا حال کسی کو بتائے بھی!

اوشا ۔ میں تو اس سے کئی بار پوچھ چکی ہوں۔

نرملا - اپنے میلے پیٹی کوٹ کی طرح وہ ہمیشہ اسے چھپائے رکھتی ہے
الور - لیکن اس کا دل اس کے پیٹی کوٹ کی طرح میلا نہیں .... مجھے اس کا یقین ہے۔

(دور سے بہت سے لڑکے لڑکیوں کے آنے کی آواز)
الور - ایک گروہ کا گروہ ادھر آرہا ہے آپ چلی جائیے۔ میں نہیں چاہتا کہ سلیمہ کے متعلق یہ لوگ بھی باتیں کریں۔ آپ چلی جائیے۔
(ہجوم کا شور قریب آجاتا ہے۔ نرملا، اوشا اور رذکیہ اس میں شامل ہوجاتی ہیں۔ سب مل کر ایک لہر کی طرح آگے گزرجاتے ہیں آہستہ آہستہ اس شور کو فیڈ آؤٹ کیا جائے۔ اس کے بعد الور کے قدموں کی چاپ... اسے قائم رکھا جائے)
الور - (ہچکچاتے ہوئے) سلیمہ..... کیا میں تمہارے پاس آسکتا ہوں۔
سلیمہ - (تلخ لہجے میں) تمہیں کس نے روکا ہے آنا چاہتے ہو تو آجاؤ۔
الور - (لمبا وقفہ) تم یہاں بہت دیر کی بیٹھی ہو۔
سلیمہ - ہاں، بہت دیر کی بیٹھی ہوں۔ کہتے ہو تو اٹھ کر چلی جاتی ہوں۔
الور - نہیں نہیں میرا مطلب یہ نہیں کہ تم اٹھ کر چلی جاؤ.... میں دراصل تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔
سلیمہ - کیسی باتیں؟
الور - تمہارا لہجہ اس قدر سخت ہے کہ.....
سلیمہ بدمزاج جو ٹھیری۔
الور - نہیں سلیمہ نہیں۔
سلیمہ تم کہنا کیا چاہتے تھے؟.....

انور۔ کوئی خاص بات نہیں..... بس یونہی تم سے باتیں کرنے کو دل چاہا.... اس لئے چلا آیا..... اس سے پہلے بھی میں ادھر سے گزرا تھا۔ مگر تم..... سلیمہ تنہائی میں تم کیا بالکل نہیں گھبراتی ہو۔

سلیمہ۔ کیسی تنہائی.... میں بالکل تنہا نہیں ہوں۔

انور۔ (ہنستا ہے) ہاں اب تم تنہا نہیں ہو۔

سلیمہ۔ اس سے پہلے بھی تنہا نہیں تھی۔ تم چلے جاؤ گے پھر بھی میں تنہا نہیں ہونگی

انور۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم نے کیوں اپنی طبیعت پر اتنا بوجھ ڈال رکھا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی تنہا ہونے پر بھی ہجوم میں گھرا ہوا ہو سکتا ہے پر تمہارے متعلق میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ تم خوفناک طور پر اکیلی ہو تمہارا کوئی دوست نہیں تمہارا کوئی ہمدرد نہیں۔

سلیمہ یہاں کالج کی چار دیواری میں اگر میرا کوئی دوست نہیں تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ میں خوفناک طور پر اکیلی ہوں میرے دوست ہمدرد ہیں اگر میں چاہتی تو یہاں بھی اپنے دوست پیدا کر لیتی مگر مجھے ان کی ضرورت نہیں اور ہمدرد اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب کسی کی حالت قابل رحم ہو۔ میری حالت قابل رحم نہیں تم مجھے ہمیشہ غلط سمجھتے رہے ہو۔ تم کیا سب مجھے غلط سمجھتے رہے ہیں (ہنستی ہے) اچھی بھلی ہوں۔ چلتی پھرتی ہوں بولتی ہوں ہنستی ہوں۔ مجھ میں کیا نقص ہے مجھ میں کیا خرابی ہے جو دوسروں کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے میں سمجھتی ہوں کہ ان لوگوں کے اپنے دماغ کی خرابی کا نتیجہ ہے۔ لیکن .... لیکن.. مجھے کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہوں تم کس غرض سے میرے پاس آئے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری ہمدردی میں خلوص ہو مگر مجھے اس کی ضرورت بھی ہو۔ میں اگر دوبارہ فیل ہو گئی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرا کوئی عزیز مر گیا

ہے میرا بازو ٹوٹ گیا ہے میں لولی لنگڑی ہو گئی ہوں اور جو اس کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ میں کُند ذہن ہوں وہ بھی درست نہیں۔ میں تم سے کہیں زیادہ ذہین ہوں۔ کون سی بات ہے جو میرے ذہن میں نہیں آسکتی۔ تم ہی بتاؤ کلاس میں جب نئے نئے آئے تھے تو کیا میں نے فلسفے کے کئی دقیق نکتے نہیں سمجھائے تھے تم کلاس میں سب سے زیادہ ہوشیار طالب علم مانے جاتے تھے لیکن میں کئی بار تمہاری غلطیاں نکال چکی ہوں۔ کیا یہ درست نہیں ہے۔

انور۔ سلیمہ میں تمہارا یکسر خیال توڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اب مجبوراً مجھے یہ کہنا پڑا ہے کہ میں ہمیشہ تمہاری حوصلہ افزائی کرتا رہا ہوں۔ فلسفے کے جو نکتے تم نے مجھے سمجھائے بالیں سر تا سر غلط تھے ایک لفظ بھی تمہارا صحیح نہیں تھا کلاس میں تم میری غلطیاں نکالتی رہی ہو اور میں تسلیم کرتا ہوں صرف اسلئے کہ تمہارا شغل جاری رہے ورنہ میں نہ ہو۔ آج مجھے محسوس ہوا ہے کہ میرا یہ طرز عمل بالکل غلط تھا تم اپنے آپ کو دھوکا دیتی رہی ہو اور میں تمہاری مدد کرتا رہا ہوں۔ یہ میری خطرناک غلطی تھی یہی وجہ ہے کہ اب میں نے اسے دور کرنے کے لئے تم سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اپنی ذہانت اور قابلیت کے متعلق تمہارا دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔

سلیمہ۔ میں جانتی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ تم سب سے بڑے حاسد ہو آج تم نے جو زہر اگلا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ واقعی حاسد ہو۔ چونکہ میں لائق ہوں ذہین ہوں اور تمہارے مقابلے میں میری ذہنی قوتیں بہت ارفع و اعلیٰ ہیں اس لئے تم دوسروں کی طرح مجھ سے خار کھاتے ہو۔ کلاس میں اگر میں نے تمہاری طرف کچھ توجہ دی تھی تو اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ تم دوسروں کے مقابلے میں کچھ اچھے تھے ان کے مقابلے میں تمہارے اندر

حسد کا مادہ کچھ کم تھا یہاں معلوم ہوا ہے تم سب سے زیادہ زہریلے ہو۔ (آواز بھرا جاتی ہے) کئی بار تمہاری چکنی چپڑی باتیں سن کر مجھے خیال ہونے لگا تھا کہ شاید تم میرے سچے دوست ہو۔ پر انور تم نے اپنی اصلیت .....

انور۔ سلیمہ!

سلیمہ۔ (آواز بھرا جاتی ہے) تم نے اس وقت جو نشتر زنی کی ہے اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ (رونے لگتی ہے) بالکل اثر نہیں ہوا۔ تمہاری کامیابی نے میری ناکامی کا جی بھر کے منہ چڑا لیا ہے۔ اب جاؤ۔ خوشی خوشی اپنے گھر چلے جاؤ۔ آئے تھے وہاں سے ہمدردی کرنے۔ ہمدردی۔ جاؤ اس ہمدردی کو اپنے ساتھ لے جاؤ... میرے بوٹ کے تلے ابھی اتنے کمزور نہیں ہوئے جو مجھے تمہاری اس ہمدردی کی ضرورت ہو۔ (پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے) مجھے کسی کی پرواہ نہیں! مجھے کسی کی پرواہ نہیں، تم سب سمجھتے ہو کہ میں تنہا ہوں، بے یار و مددگار ہوں۔ اپاہج ہوں (روتے روتے ہنستی ہے) اس لئے تم مجھے خیرات کے طور پر اپنی ہمدردی کے سوکھے ٹکڑے دیتے ہو۔۔ میں، میں نہیں چاہتی یہ بھیک..... میں نہیں لینا چاہتی یہ..... یہ خیرات۔۔ جاؤ..... جاؤ..... یہاں سے چلے جاؤ۔۔ (بہت زور سے رونا شروع کر دیتی ہے)

انور۔ جاتا ہوں..... جاتا ہوں..... لیکن سلیمہ خدا گواہ ہے کہ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا.....

سلیمہ۔ جاؤ، جاؤ..... میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔

انور۔ (افسردگی کے ساتھ) بہت بہتر۔ چلا جاتا ہوں۔

(قدموں کی چاپ۔ اس کے ساتھ ساتھ سلیمہ کی سسکیاں آہستہ آہستہ)

(فیڈ آؤٹ)

انور کا باپ ۔ تم نے یہ بڑی عجیب و غریب کہانی سنائی ۔

انور ۔ ابا جی، کہانی نہیں ۔ یہ حقیقت ہے ۔

انور کا باپ ۔ کہاں رہتی ہے یہ لڑکی ....؟

انور ۔ معلوم نہیں کہاں رہتی ہے ۔ کلاس میں کسی کو بھی اس کے گھر کا پتہ معلوم نہیں تھا ۔ میں نے کئی بار اس سے پوچھا مگر اس نے بڑی صفائی سے ٹال دیا ۔

انور کا باپ ۔ کالج چھوڑ دیا کیا اس نے ؟

انور ۔ معلوم نہیں ۔ آج تقریباً چھ مہینے کے بعد بمبئی سے یہاں آیا ہوں ۔ لیکن میرا خیال ہے اس نے تعلیم ترک نہیں کی ہوگی بہر حال آج کسی سے پتہ لگا لوں گا .... میں اس سے ایک بار پھر ملنا چاہتا ہوں .... میری باتوں سے اُسے بہت دکھ پہنچا تھا اباجی .... میں اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں ۔

(نوکر اندر داخل ہوتا ہے)

انور ۔ چھوٹے صاحب، ایک لڑکا آپ کے نام خط لایا ہے ۔

انور ۔ خط!

انور کا باپ ۔ (نوکر سے خط لے کر) لو یہ رہا ۔

انور (کھولتا ہے ۔ وقفہ) سلیمہ .... اباجی وہی سلیمہ ۔

انور کا باپ ۔ کیا لکھتی ہے ؟

انور (گھبراہٹ میں) مسٹر انور .... میں مرنے کے قریب ہوں، آپ سے ملنا چاہتی ہوں .... "راقم سلیمہ"

انور کا باپ ۔ مرنے کے قریب ہے جاؤ ۔ انور بھاگ کر جاؤ ۔

نوکر ۔ جو لڑکا خط لایا تھا ۔ باہر کھڑا ہے ۔

انور ۔ اسے روکے رکھو ....

انور کا باپ۔ جاؤ۔ میری موٹر لے جاؤ۔ باہر کھڑی ہے۔

انور۔ کیا ہوا اسے؟ ........ میں جاتا ہوں۔

قدموں کی تیز آواز..... دروازہ...... موٹر
اسٹارٹ ہوتی ہے پھر چلتی ہے۔ چند لمحات کے بعد
یہ آواز فیڈ آؤٹ کر دی جائے۔
(دروازہ کھولنے کی آواز)

انور۔ سلیمہ، لیمہ، کہاں ہو تم..... ارے۔ سلیمہ!

سلیمہ۔ (نحیف آواز میں) آجاؤ..... ادھر میرے پاس آجاؤ.....

انور۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا ہوا تمہیں..... تم..... تم.....!

سلیمہ۔ میں بے حد کمزور ہو گئی ہوں.... ہے نا؟..... مجھے معلوم کہ تم نہیں ہوگے
لیکن نہیں۔ میں ابھی کچھ دیر زندہ رہوں گی، مجھے تم سے چند باتیں کہنی ہیں...
بیٹھ جاؤ..... ادھر ہی بیٹھ جاؤ۔

انور۔ میں..... میں......!

سلیمہ تمہیں حیرت ہو رہی ہے اس غلیظ کمرے کو دیکھ کر۔ اسے نہ دیکھو۔ یہاں جس شے
کو بھی دیکھوگے تمہیں حیرت ہوگی سب سے بڑی حیرت انگیز چیز تو میں ہوں۔ مجھے دیکھو
اور جتنا حیرت زدہ ہونا چاہو، ہو لو۔

انور۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں کچھ نذر سمجھ رہا ہوں۔

سلیمہ۔ خود سمجھنے کی کوشش نہ کرو، مجھے سمجھانے دو..... میں تمہیں اس دفعہ فلسفے کے دقیق
نکتے نہیں سمجھاؤں گی یہ کتابوں کی الجھی ہوئی باتیں نہیں میرے دل کی تحریر ہے جو بیک شکستہ
خط میں لکھی گئی اور کسی سے نہ پڑھی گئی۔ سچ پوچھو تو جان بوجھ کر میں نے اس بدخطی سے
کام لیا... میری آواز زیادہ کمزور تو نہیں سن رہے ہو نا...

انور۔ سن رہا ہوں۔

سلیمہ۔ انور میری کشتی پاش پاش ہو چکی ہے۔ پیندے اور پتواروں کے بغیر اسے کئی برس منجدھار میں کھینتی رہی ہوں پر اب یہ کشتی ہی نہیں رہی۔ اس کو کھینے کی طاقت اب بھی میرے بازوؤں میں موجود ہے لیکن میں اب اسے اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گی۔ انور! کیا وہاں بھی ایسی ہی ٹوٹے ہوئے پیندے اور پتواروں کے بغیر کشتیاں ملیں گی (وقفہ) تم بولتے کیوں نہیں.... تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں تیر رہے ہیں۔ میری طرف دیکھو، میری آنکھیں تو بالکل خشک ہیں... ہیں نا؟

انور۔ ہاں بالکل خشک ہیں!

سلیمہ میں اپنی اس ٹوٹی ہوئی کشتی کے لئے ادھر ادھر سے چند چیتھڑے اکٹھے کر کے بادبان بناتی رہتی ہوں۔ لیکن طوفان نے بڑی بے رحمی سے ان کو چیر پھاڑ دیا

انور یہ طوفان اس قدر بے رحم کیوں ہوتے ہیں.... انھوں نے کیوں اتنا نہیں سوچا کہ اس لڑکی کے پاس مضبوط کپڑا حاصل کرنے کیلئے دام نہیں تھے انور! میں نے یہ طاقت تسلیم کی ہے پھر یہ ظلم کیوں؟ میں اس اندھیری کوٹھری میں تن تنہا مشقت کرتی رہی ہوں۔ میں نے کسی کے آگے دامن نہیں پھیلایا، کیا یہ جرم تھا جو اس کی اتنی کڑی سزا مجھے دی گئی؟ میں نے اپنے تمام لطیف جذبات نکال کر باہر پھینک دئے کہ یہ میرے راستے میں حائل ہونگے میں نے بھوک اور پیاس سہی۔ میں نے اور بہت سی تکلیفیں برداشت کیں صرف اس لئے کہ میں ایک بار امتحان پاس کر لوں اور خود کمانے کے قابل ہو جاؤں.... لیکن ان تمام قربانیوں کا انجام یہ ہے سوکھے ہونٹ گالوں کی ابھری ہوئی ہڈیاں اور اندر دھنسی ہوئی آنکھیں۔ ان تمام قربانیوں کا انجام یہ ڈراؤنا بھوت ہے جو تمہارے سامنے لیٹا ہے.... میں تھوڑی دیر کے بعد سو جاؤں گی۔ وہ لوہا جو میں اتنی دیر اپنی زندگی کی بھٹی میں سرخ کر کے کوٹتی رہی اب خود بخود ٹھنڈا ہو کر قبر کے دہانے کی طرف جا رہا ہے انور! کیا وہاں بھی مجھے یہی بھٹی سلگانی پڑے گی کیا وہاں پہنچ کر یہ لوہا

خود بخود مر کر کسی اور کے دہانے کی طرف تو نہیں چلا جائے گا۔ بولو۔ مجھے جواب دو۔

الور۔ بڑے بڑے عالم ہی ایسی باتوں کا جواب دے سکتے ہیں۔

سلیمہ۔ کاش ! تم ایسے عالم ہوتے۔۔۔ اب میں کیا کروں۔۔۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم نے تو میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

الور۔ کیا چاہتی ہو تم ؟

سلیمہ۔ میں مر رہی ہوں اور تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔۔۔ اب ایسا کرنا کہ میری دو سبز ساڑھیاں اور یہ ساری کتابیں جو یہاں بکھری پڑی ہیں اٹھا کر میرے ساتھ ہی دفن کر دینا۔ ممکن ہے وہاں یہ چیزیں اور بھی زیادہ مہنگی ملیں میں نے بڑی مصیبت سے یہاں سے خریدی تھیں۔۔۔ اور دیکھو کسی اور کو میری موت کی خبر نہ ہو۔۔۔ چپکے سے مجھے کہیں دفنا دینا۔ اب مجھ سے زیادہ بولا نہیں جاتا۔۔۔ میرا خیال ہے کہ مجھے اور بھی کچھ کہنا تھا۔

الور۔ یاد کر لو۔۔۔ (ایک دم تشویش کے ساتھ) سلیمہ !

سلیمہ۔ ہاں۔۔۔ الور میرے دماغ پر دھند سی چھا رہی ہے۔۔۔ سبز ساڑھیاں میرے ارد گرد ۔۔۔ ہی ہیں۔۔۔ کتابوں کے ورق پھڑپھڑا رہے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے ایک ۔۔۔ آندھی چل رہی ہے کشتی کا پیندا ٹوٹتا جا رہا ہے۔۔۔ پتوار ندارد۔۔۔ الور۔ ۔۔۔ ا ؟
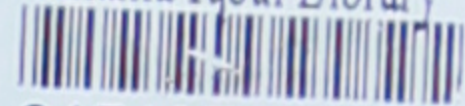
الور۔ نہیں۔۔۔ سلیمہ۔۔۔ تمہاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔

سلیمہ۔ ہاں، میری اپنی آنکھیں بند ہو رہی ہیں لو اب میں رخصت ہو رہی ہوں۔۔۔ مجھے معاف کر دینا۔۔۔ ہاں مجھے وہ بات یاد آ گئی۔۔۔ الور سن رہے ہو ؟

الور۔ سن رہا ہوں سلیمہ

سلیمہ۔ تم بہت اچھے ہو۔۔۔ بس مجھے یہی کہنا تھا کہ تم بہت اچھے ہو۔۔۔ تم بہت ہی اچھے ہو۔ لیکن تمہاری وحشی ہو جاتی ہے۔